ماہنامہ نصرۃ العلوم، اگست ۲۰۲۲ء

[جلد ۲۷، شمارہ ۸]

::: فہرست :::

عنوانات	رشحات قلم	صفحہ
۱۔ حالات وواقعات	مولانا زاہد الراشدی	۲
۲۔ صحابہ کرامؓ اور اہل بیتؓ کے ساتھ حسنِ عقیدت	مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتیؒ	۶
۳۔ شوقِ مطالعہ	مولانا محمد فیاض خان سواتی	۱۶
۴۔ تحریک آزادی، انگریز اور علمائے دیوبند	مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ	۲۱
۵۔ تصورِ خدا کا عقیدہ و عمل پر اثر انداز ہونا	مولانا محمد فیاض خان سواتی	۲۶
۶۔ دنیا کے اس پار	مولانا مفتی محمد تقی عثمانی	۳۶
۷۔ کورٹ میرج کی شرعی حیثیت	مولانا زاہد الراشدی	۵۰
۸۔ فہم قرآن کی اہمیت وعظمت	مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہیدؒ	۵۳
۹۔ مدرسے کی زندگی اور خدا کی معرفت	محمد واجد معاویہ	۵۷
۱۰۔ اسلام کیسے پھیلتا ہے؟	مولانا سید حسین احمد مدنیؒ	۵۸

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حالات وواقعات --- s --- مولانا زاہدالراشدی
شیخ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم

عدالتی نظام میں اصلاحات اور متبادل مصالحتی عدالتی نظام کی ضرورت

روزنامہ دنیا گوجرانوالہ میں ۱۳ جولائی ۲۰۲۲ء کو شائع ہونے والی ایک خبر ملاحظہ فرمائیں:

’’لندن (این۔این۔آئی) جسٹس منصور علی شاہ اور جسٹس جواد حسن نے کہا ہے کہ ۷۰ سال سے پاکستان کے عدالتی نظام میں اصلاحات نہیں ہوسکیں، ٹی وی سے بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ تنازعات کے حل کیلئے متبادل مصالحتی نظام متعارف کروانا ضروری ہے، انہوں نے کہا کہ متبادل مصالحتی نظام کے قیام کے بغیر بین الاقوامی سرمایہ کاروں کا پاکستان پر اعتماد قائم نہیں ہوگا۔‘‘

سپریم کورٹ آف پاکستان کے ان دو معزز جج صاحبان کی مذکورہ گفتگو کی تفصیلات ہمارے سامنے نہیں ہیں مگر یہ چند جملے ہی ہماری موجودہ عدالتی، معاشرتی اور معاشی صورت حال کی عکاسی کے لیے کافی ہیں اور ان میں معانی اور معروضی حقائق کا ایک جہان پوشیدہ ہے۔

پاکستان کے قیام کے بعد آزادی اور نظریۂ پاکستان کے تقاضوں کے مطابق ملک کے عدالتی، معاشی، انتظامی اور معاشرتی نظم و ماحول میں کچھ بنیادی تبدیلیاں ناگزیر تھیں جو ہم نہیں کر سکے، جس کے نتیجے میں دستور وقانون کے بہت سے اچھے اور مثبت فیصلوں میں پر عملدرآمد میں مسلسل رکاوٹیں موجود ہیں اور ہم اپنے کسی اچھے سے اچھے دستوری یا قانونی فیصلے کو بھی عملی جامہ پہنانے میں کامیاب نہیں ہو پا رہے، مثلاً

۱۸۵۷ء میں برٹش استعمار نے اس خطہ کا اقتدار سنبھالنے کے بعد ملک کے قانون اور قانونی نظام کو یکسر تبدیل کر دیا تھا، اس سے پہلے مغلوں کے دور میں یہاں اسلامی قوانین نافذ چلے آ رہے تھے جن کی مرتب صورت فتاویٰ عالمگیری کے نام سے ریاست کے قانون کا درجہ رکھتی تھی، اس کے لیے قضا کا عدالتی نظام موجود تھا، اور تعلیمی اداروں میں اس قانون کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی مگر برطانوی حکومت نے جب قانون تبدیل کیا تو صرف قانون

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بدلنے کا اعلان نہیں کیا بلکہ اس کے لیے نیا عدالتی اور تعلیمی نظام بھی رائج کیا جو نئے نظام کا ناگزیر تقاضہ تھا، اسلامی قوانین کی جگہ برٹش لاء، قضا کے نظام کی جگہ برطانوی جوڈیشری سسٹم اور تعلیمی اداروں میں فتاویٰ عالمگیری اور دیگر شرعی احکام وقوانین کی بجائے برٹش لاء کی تعلیم لازمی قرار پائی، جس کی وجہ سے برٹش لاء نوے برس تک باضابطہ اور اس کے بعد اب تک بالواسطہ طور پر ملک میں رائج اور نافذ ہے، وہی برٹش لاء ہے، وہی عدالتی نظام ہے اور وہی قانون کی تعلیم کا دائرہ اور سسٹم ہے، ہم قیام پاکستان کے بعد سے اب تک سوائے رسمی اعلانات اور چند علامتی اصلاحات کے اضافہ کے سوا کچھ بھی نہیں کر سکے۔

اگر ہم اس معاملہ میں اپنے پیش رو کی روایت پر قائم رہتے تو قرارداد مقاصد میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت، قرآن وسنت کے قوانین کی بالادستی اور مسلم تہذیب وروایات کی پاسداری کا قومی عہد کرنے کے بعد نہ صرف قوانین بلکہ عدالتی نظام اور قانون کی تعلیم کے نظام میں بھی تبدیلیاں ضروری تھیں جبکہ ہم انگریزی قوانین، عدالتی نظام اور قانون کی تعلیم کے معاملہ میں تو انگریزی دور کے تسلسل پر تو قائم رہے مگر نئے دستور وقانون کے تقاضوں کے مطابق قانونی تعلیم اور عدالتی نظام تبدیل کرنے میں انگریز کی روایت پر عمل کرنے کا حوصلہ نہیں کر سکے اور اسی کوتاہی کی سزا اب تک بھگت رہے ہیں۔

اس ستم ظریفی کا ایک المناک پہلو یہ ہے کہ دستور کے مطابق ملک میں قرآن وسنت کے قوانین کی عملداری ضروری ہے مگر فیصلہ کرنے والے جج صاحبان اور مقدمات میں وکالت کے فرائض انجام دینے والے وکلاء کے لیے کسی سطح پر بھی قرآن وسنت اور شریعت اسلامیہ کی تعلیم لازمی نہیں ہے اور ایک دانش ور کے بقول پاکستان شاید دنیا کا واحد ملک ہے جہاں دستوری طور پر جن احکام وقوانین پر عمل کو ضروری قرار دیا گیا ہے مگر عدالتی نظام سے متعلقہ کسی شعبہ میں بھی قرآن وسنت اور شرعی احکام وقوانین کی تعلیم ضروری نہیں سمجھی گئی۔

اس کی ایک عملی مثال یہ ہے کہ قائداعظم مرحوم نے ملک کے معاشی نظام کو اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر تشکیل دینے کی ہدایت کی تھی، دستوری معیشت کو اسلامی قوانین وتعلیمات کے مطابق چلانے اور غیر اسلامی سودی نظام کو جلد از جلد ختم کر دینے کی ضمانت موجود ہے، سپریم کورٹ اور وفاقی شرعی عدالت نے متعدد بار سودی نظام کے خاتمہ اور ملک کے معاشی نظام کو اسلامی تعلیمات کے مطابق تبدیل کرنے کے واضح احکام جاری کیے ہیں، حتیٰ کہ غیر سودی بینکاری کے قابل عمل بلکہ زیادہ محفوظ اور نفع بخش کا سرکاری اور بین الاقوامی سطح پر اعتراف کیا جا چکا ہے، مگر ریاست کا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تعلیمی نظام اسلام کے معاشی نظام وقوانین کی تعلیم اور معیشت کے اسلامی ماہرین کی تیاری کی ذمہ داری قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے، ۲۰۱۴ء کی بات ہے کہ اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے اس وقت کے ڈپٹی گورنر جناب سعید احمد نے جامعۃ الخیر لاہور کے دورہ کے موقع پر صاف طور پر کہا کہ غیر سودی بینکاری قابل عمل ہے اور اس کے تجربات کامیاب ہو رہے ہیں مگر معیشت کے شرعی ماہرین دینی مدارس کو فراہم کرنا ہوں گے، اس کے بغیر معاشی نظام کو اسلامی تعلیمات کے سانچے میں نہیں ڈھالا جا سکے گا۔

ہمارے لیے یہ بات انتہائی تعجب کا باعث بنی کہ اور ہم نے اپنے ایک مضمون میں ان دنوں یہ سوال اٹھایا تھا کہ اگر معیشت کو دستور کے مطابق اسلامی ماحول میں لانے کے لیے ماہرین دینی مدارس نے فراہم کرنے ہیں تو ریاستی نظام تعلیم کس بیماری کی دوا ہے اور وہ اپنی یہ ناگزیر ذمہ داری قبول کرنے سے کیوں انکاری ہے؟

دینی مدارس نے تو مسلم معاشرہ میں دینی ضروریات سے عوام کی آگاہی، مساجد و مدارس کے نظام کو قائم رکھنے کے لیے حافظ، قاری، مولوی، امام، خطیب، مدرس، مفتی اور مبلغ فراہم کرنے کی ذمہ داری لی تھی جسے وہ بے سروسامانی اور حوصلہ شکنی کے باوجود بحمد اللہ تعالیٰ نباہ رہے ہیں، مگر جو کام ریاستی تعلیمی نظام کی ذمہ داری بنتے ہیں انہیں بھی دینی مدارس کے کھاتے میں ڈال کر ہماری اسٹیبلشمنٹ کس طرح سرخرو ہو سکتی ہے؟

ہمارے معزز و محترم جج صاحبان نے متبادل مصالحتی نظام کی بات بھی کی ہے، ہم ان کی مکمل تائید کرتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہیں گے کہ دنیا کے کم و بیش ہر ملک میں عدالتی نظام نظام کے ساتھ ساتھ متبادل نظام کونسلنگ کے نام سے موجود ہے، جسے تسلیم کیا جاتا ہے اور جس کا احترام کیا جاتا ہے، حتیٰ کہ ریاستی عدالتی نظام بھی ان سے مدد حاصل کرتا ہے، ہمارے ہاں بھی ایک دور میں پنچایتی سسٹم موجود تھا جو اب عملاً متحرک نہیں رہا جس سے گلی محلّہ کے چھوٹے چھوٹے تنازعات بھی تھانہ کچہری کے کھاتے میں چلے گئے ہیں اور اس سے نہ صرف عدالتوں اور قانون نافذ کرنے والے اداروں پر کام کا بوجھ ان کے تحمل سے کہیں زیادہ بڑھ گیا ہے، جس کی مسلسل شکایات خود ان اداروں کے ذمہ دار حضرات کی طرف سے سامنے آتی رہتی ہیں۔

اس لیے متبادل مصالحتی نظام کی ہمارے ہاں بھی ضرورت ہے جس کے حوالے سے ہماری مقتدر حلقوں اور اداروں میں سنجیدگی کا فقدان ہے اور معزز جج صاحبان نے شاید اسی طرف اشارہ کیا ہے، بین الاقوامی سرمایہ کاری میں متبادل، مصالحتی عدالتی نظام کی موجودگی مفید ثابت ہو تو ہمیں یقیناً خوشی ہوگی مگر دراصل یہ ہماری معاشرتی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ضرورت ہے اور حصول انصاف کو آسان بنانے کے ساتھ ساتھ عدالتوں پر مقدمات کو مسلسل بڑھتا ہو بوجھ کم کرنے کے لیے بھی یہ ضروری ہے جبکہ اس کے لیے ہماری تجویز یہ ہے کہ مسجد کو بنیاد بنا کر یہ نظام تشکیل دیا جا سکتا ہے، ہر مسجد اپنے دائرہ کار میں یا ایک تھانہ کی حدود میں موجود مساجد کی مشترکہ کمیٹی کو بنیاد قرار دے کر اس علاقہ کے خاندانی مسائل، مالی تنازعات اور ناقابل دست اندازی پولیس مقدمات کا فیصلہ ان کے سپرد کر دیا جائے اور باقاعدہ قانون سازی کر کے ان کے قواعد وضوابط طے کیے جائیں تو یہ کام مشکل نہیں ہے لیکن اس کے لیے سنجیدگی درکار ہے اور اتنا حوصلہ درکار ہے کہ بین الاقوامی ادارے اگر مسجد کے معاشرتی کردار کو متحرک ہوتا دیکھ کر آنکھیں دکھانے لگیں تو ہم ان کا حوصلہ کے ساتھ سامنا کر سکیں، اس سلسلہ میں ایک تجربہ سے ہم اس سے قبل گزر چکے ہیں کہ مسجد کو پرائمری تعلیم کی بنیاد بنا کر ''مسجد مکتب سکیم'' شروع کی گئی تو بعض بین الاقوامی اداروں کو مسجد کا معاشرتی معاملات میں یہ کردار گوارا نہ ہوا اور ان کی مداخلت پر یہ سکیم بند کر دی گئی، اس سلسلہ میں ہمیں بین الاقوامی اداروں کے سیکولر ایجنڈے کے دائرہ سے بہرحال نکلنا ہوگا جس کی بنیاد مذہب اور مسجد کے معاشرتی کردار کی نفی پر ہے۔

ان گذارشات کے ساتھ ہم محترم جسٹس منصور علی شاہ اور محترم جسٹس جواد حسن کے ان ارشادات کی مکمل تائید کرتے ہیں کہ عدالتی نظام میں بنیادی اصلاحات انتہائی ضروری ہیں اور معاشرتی عدل وانصاف کے لیے متبادل مصالحتی نظام کا باضابطہ قیام بھی ہماری ملی ومعاشرتی ضرورت ہے، جس کی طرف متعلقہ اداروں اور حلقوں کو سنجیدہ توجہ دینی چاہیے، خدا کرے کہ ہم اس طرف کوئی مثبت پیش رفت کر سکیں، آمین یا رب العالمین۔

فیض الحدیث

اس کتاب میں ۱۲۲، احادیث مبارکات کا مکمل عربی متن بمع عنوان، ترجمہ ومختصر تشریح اور ۸۹ صحابہ کرامؓ وصحابیاتؓ کا مختصر مگر جامع تعارف پیش کیا گیا ہے۔

[تالیف] مولانا محمد فیاض خان سواتی

مہتمم واستاذ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

--- (صفحات: ۱۴۷) ---

[ناشر] ادارہ نشر واشاعت جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ پاکستان

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

خطبہ جمعۃ المبارک (غیر مطبوعہ) --- s --- مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ
بانی جامعہ نصرۃ العلوم

صحابہ کرامؓ اور اہل بیتؓ کے ساتھ حسن عقیدت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، اَمَّا بَعْدُ، فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

وَالَّذِيْنَ جَآؤُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُونَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَّحِيْمٌ o (الحشر۔۱۰)

محترم حاضرین و برادران اسلام!

ربط خطبات

میں نے گزشتہ جمعہ کے موقع پر سورۃ التوبہ اور سورۃ الحشر کی آیاتِ مبارکہ کی روشنی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کی دو جماعتوں کا ذکر کیا تھا جن کو امت میں مرکزی حیثیت حاصل ہے، اور درجے اور مرتبے کے لحاظ سے ان کو باقی امت پر سبقت حاصل ہے، یہ مہاجرین اور انصارِ مدینہ کے طبقات ہیں، جو باقی امت کے لیے مقتداء اور پیشوا کی حیثیت رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان کی فضیلت کا ذکر کیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی تعریف اور فضیلت بیان کی ہے، اس بات کا ذکر بھی میں گزشتہ خطبہ جمعہ میں آپ کے گوش گزار کر چکا ہوں۔

اصحابِ محمدؐ کے ساتھ حسنِ عقیدت

چونکہ اصحاب محمدؐ کے ساتھ محبت وعقیدت کا معاملہ اہل ایمان کے اعتقاد کا ہے، لہٰذا اس کی تفصیلات حسب ضرورت موقع اور محل کے لحاظ سے بیان کردی جاتی ہیں، موجودہ دور میں بعض لوگ اصحاب رسولؐ کے بارے میں اچھے خیالات نہیں رکھتے بلکہ ان کو برا بھلا بھی کہتے ہیں، بعض تو صحابہ کرامؓ کو ایمان سے خارج اور بعض مرتد اور منافق سمجھتے ہیں اور ان پر طرح طرح کے الزامات لگاتے ہیں، لہٰذا ضروری ہوجاتا ہے کہ اہل ایمان کو حقیقت سے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آگاہ کردیا جائے تاکہ وہ اپنے ایمان کی حفاظت کرسکیں اور مذکورہ لوگوں کے غلط پراپیگنڈا اوران کی گمراہی سے متاثر نہ ہوں، اصحاب کرامؓ کے بارے میں بدگمانی کرنے والے دنیا سے جاتے وقت اپنا ایمان صحیح سلامت نہیں لے جائیں گے بلکہ آگے چل کر نقصان اٹھائیں گے، لہٰذا ضروری ہے کہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں خوش عقیدگی رکھی جائے، ان کی عزت واکرام کیا جائے اوران کو اچھائی کے ساتھ یاد کیا جائے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ہراہل ایمان کا فرض ہے کہ وہ اپنی زبان سے صحابہؓ کے مناقب و فضائل کے سوا کوئی بات نہ نکالیں، ایسی کوئی بات نہ کریں جس سے ان کی مذمت یا برائی کا پہلو نکلتا ہو، صحابہ کرامؓ مجموعی حیثیت سے امت کے ممتاز لوگ تھے، بالخصوص مہاجرین اور انصار کا ایمان، اخلاص، کارگزاری اوران کے کارنامے اللہ کے ہاں بڑا درجہ اور مرتبہ رکھتے ہیں، اللہ نے قرآن میں ان کی تعریف کی ہے اور بعد والے لوگوں کو بھی یہی بات سمجھائی ہے کہ وہ اصحاب رسولؐ کے بارے میں بجز تعریف کے کوئی بات زبان سے نہ نکالیں، جب بھی کسی صحابی کا نام آئے تو رضی اللہ عنہ کہیں یعنی اللہ اُن سے راضی ہوا، ان کے لئے دعائے خیر کریں، ان کی اقتداء کریں اور ان کی سیرت اختیار کریں کہ یہی چیز کامیابی کی علامت ہے۔

خیرالقرون

حضور علیہ السلام نے مجموعی طور پر بھی اس طرح بات سمجھائی ہے کہ اکرموا اصحابی لوگوں میرے صحابہ کرامؓ کی عزت کو فانهم خیارکم کیونکہ وہ تم میں سے منتخب اور برگزیدہ لوگ ہیں، تم ان کے مرتبے اور شان کو نہیں پہنچ سکتے، صحابہؓ کے بعد ان سے ملنے والے لوگوں کا مرتبہ ہے، صحابی تو وہ ہوتا ہے جس نے حضور علیہ السلام کو ایمان کی حالت میں دیکھا ہو اور ایمان پر ہی اس کا خاتمہ بھی ہوا ہے، اور پھر حضورؐ کے صحابہؓ کو دیکھنے والے، ان سے ملاقات کرنے والے لوگ تابعی کہلاتے ہیں، آپؐ نے فرمایا خیرالقرون قرنی ثم الذین یلونهم یعنی بہترین زمانہ میرا ہے یعنی وہ دور جس میں میں اور میرے صحابہ کرامؓ دنیا میں موجود رہے، پھر اس کے بعد دوسرا دوران لوگوں کا ہے جو میرے صحابہؓ سے ملنے والے ہیں، جن کو تابعین کے لقب سے پکارا جاتا ہے، حضور علیہ السلام نے فرمایا ثم الذین یلونهم پھر تیسرا دوران لوگوں کا ہے جو تابعین سے ملنے والے ہیں اور جن کو تبع تابعین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یہ تین طبقات یعنی صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے ادوار خیرالقرون کہلاتے ہیں یعنی مجموعی طور پر ان ادوار کے لوگ اچھے تھے، تاہم انفرادی لحاظ سے ان میں بعض برے اور ظالم لوگ بھی تھے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

صحابہ کرامؓ کی حضورؐ سے رفاقت

امام مسلمؒ کی تحقیق کے مطابق صحابہ کرامؓ کا زمانہ پہلی صدی کے آخر تک کا ہے جب کہ مکے میں رہنے والے آخری صحابی ابوطفیلؓ فوت ہوئے، امام صاحبؒ کہتے ہیں کہ ان کے بعد کسی صحابی کا کسی مقام پر بھی پتہ نہیں چلتا، البتہ دوسرے محدثین کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری صحابی ۱۱۰ھ میں فوت ہوئے، گویا مجموعی طور پر یہ صحابہ کرامؓ کا زمانہ ہے جو ۱۱۰ھ تک دنیا میں موجود رہے، ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے حضور علیہ السلام کے ساتھ لمبا عرصہ رفاقت کی، آپؐ سے قرآن سیکھا علم حاصل کیا، آپ کے پیچھے نمازیں پڑھیں اور بڑی خوبی حاصل کی، حدیث میں بعض ان صحابہؓ کا ذکر بھی ملتا ہے جنہوں نے صرف ایک ہی دفعہ حضورؐ کی خدمت میں حاضری دی، جب اسلام کا چرچا دور دور تک ہونے لگا تو یہ لوگ سینکڑوں میل کا سفر کر کے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہ نوجوان آدمی تھے اور بیس دن تک حضور علیہ السلام سے شرف باریابی حاصل کرتے رہے۔ پھر آپؐ نے دریافت کیا، کیا تمہارے بال بچے بھی ہیں تو انہوں نے اثبات میں جواب دیا، اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اپنے وطن کی طرف چلے جاؤ، چنانچہ وہ لوگ لوٹ گئے اور پھر ان کو حضور علیہ السلام سے ملاقات کا موقع نہیں ملا۔

بعض اصحاب کرامؓ ایسے بھی تھے جو سال بھر آپ کی خدمت میں رہ کر دین سیکھتے رہے، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ جیسے لوگ بھی تھے جو پہلے دن ہی سے آپ کی معیت میں رہے، یہ وہ خوش نصیب حضرات تھے جو شب و روز آپ کے ساتھ رہے، آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے، اور آپ سے تربیت حاصل کرتے تھے، بعض اصحابؓ کو سال کے بعد شرفِ ملاقات حاصل ہوتا تھا، بعض نے ایک ہی مجلس میں حضور علیہ السلام کی زیارت کی، پھر زندگی بھر موقع نہ ملا، عبدالرحمٰن نامی آدمی کا ذکر بھی حدیث میں ملتا ہے، وہ دور کے رہنے والے تھے، اللہ نے ایمان کی دولت نصیب فرمائی تو حضور علیہ السلام کی زیارت کیلئے گھر سے مدینہ کے سفر کیلئے چل پڑے مگر آپؐ کی زیارت حاصل نہ ہو سکی کیونکہ ان کے مدینہ پہنچنے سے پہلے آپؐ اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے، یہ تابعین میں شمار ہوتے ہیں کیونکہ حضورؐ کے صحابہ کرامؓ سے ملاقاتیں کیں، اس وقت تک اسلام دنیا کے تمام متمدن خطوں سندھ، خراسان اور چین تک پہنچ چکا تھا مگر کوئی صحابی دنیا میں باقی نہیں تھا۔

تابعینؒ کا دور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضور علیہ السلام کے صحابہؓ کے دیکھنے والا دوسرا طبقہ تابعین کا ہے جس میں حضرت حسن بصریؒ، سعید بن مسیّبؒ اور سعید بن جبیرؒ جیسے عظیم المرتبت امام، محدث، پیشوا، مقتدا، فقیہہ اور مجتہد لوگ شامل ہیں، یہ لوگ علم کے پہاڑ تھے اور اللہ نے ان کو بڑے بڑے مرتبے عطاء کئے، یہ حضور علیہ السلام کو تو نہیں دیکھ سکے، البتہ آپ کے صحابہ کرامؓ کو دیکھا اور ان سے فیض حاصل کیا، یہ تابعین کہلاتے ہیں، جن کا دور ۲۱۰ھ یعنی تیسری صدی ہجری کے آغاز میں ختم ہو گیا۔

تبع تابعینؒ کا زمانہ

اس کے بعد تبع تابعین کا زمانہ آتا ہے یعنی ان لوگوں کا دور ہے جنہوں نے تابعین کو دیکھا، یہ زمانہ مجموعی حیثیت سے تو اچھا ہی تھا اور خیر القرون ہی میں شامل ہے، تاہم شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اس دور کے اکثر لوگ اچھے تھے لیکن یزید اور حجاج جیسے فاسق اور غلط کار لوگ بھی تھے، یہ لوگ بھی تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں ہوئے ہیں، بعض ظالم اور جبار لوگ بھی خیر القرون میں ہوئے ہیں، مگر مجموعی طور پر ان ادوار کے لوگ اچھے تھے، ان ادوار میں اتنا شر نہیں آیا جتنا بعد میں پیدا ہو گیا۔

جھوٹ کا دور

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ خیر القرون کے بعد یظھر الکذب جھوٹ ظاہر ہو جائے گا، یعنی سچائی والے کم اور جھوٹ بولنے والے لوگوں کی اکثریت ہو جائے گی حتیٰ کہ کوئی آدمی خود بخود قسم اٹھائے گا حالانکہ اس کو قسم اٹھانے کے لیے کہا بھی نہیں جائے گا، اور وہ اس بات کی پرواہ بھی نہیں کرے گا کہ وہ جھوٹی قسم اٹھا رہا ہے یا سچی، معمولی مفاد حاصل کرنے کیلئے لوگ عدالتوں میں جھوٹی گواہیاں دیں گے۔ غرضیکہ خیر القرون کے بعد اس قسم کے حالات پیدا ہو جائیں گے، حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ حالات تو بدلتے رہیں گے مگر اسلام تا قیامت دنیا میں موجود رہے گا، اللہ کا کلام قرآن بھی موجود ہوگا، دین پر عمل کرنے والے لوگ بھی ہوں گے اگرچہ کمزور اور مغلوب ہوں گے مگر ختم نہیں ہوں گے۔

جماعت سے وابستگی

حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا من اراد بحبوبة الجنة فلیزم الجماعة جو شخص چاہتا ہے کہ وہ جنت کے بیچ میں پہنچ جائے اسے چاہیے کہ وہ جماعت کو لازم پکڑے اور اس سے الگ نہ ہو، جماعت سے مراد حضور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

علیہ السلام کے صحابہؓ، تابعینؒ، نیز تبع تابعینؒ اور نیک اور ایماندار لوگوں کی جماعت ہے، اگر اس جماعت سے الگ ہوگا تو خیالات اور عقائد بدل جائیں گے اور سارا کام خراب ہو جائے گا، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا دور بھی آنے والا ہے کہ کوئی آدمی گھر سے نکلے گا تو ایماندار ہوگا مگر جب شام کو واپس آئے گا تو ایمان سے خالی ہو چکا ہوگا، وہ باہر جا کر ایسے معاملہ میں پھنس جائے گا کہ اس کا عقیدہ خراب اور ایمان برباد ہو جائے گا، حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد تو آپ خطبہ میں بھی سنتے رہتے ہیں، یُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا کوئی آدمی صبح کے وقت ایماندار ہوگا اور شام کو کافر بن چکا ہوگا، کافر بننے میں کوئی دیر لگتی ہے، کوئی مرزائی ہو جائے گا، مرتد، رافضی یا منکر قرآن بن جائے تو کافر ہو گیا، اسی طرح اگر کوئی شام کو مومن ہوگا تو صبح کافر ہوگا، کوئی غلط بات دل میں ڈال لی، کوئی غلط عقیدہ اپنا لیا تو کافر بن گیا اور ایمان سے خالی ہو گیا، فرمایا کہ اس طرح کے تغیر و تبدل ہوتے رہیں گے۔

حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ لوگو! تمہارے گھروں میں اس طرح فتنے اٹھیں گے جیسے تاریک رات کے ٹکڑے ہوں، جب رات چاندنی نہ ہو، بدل چھائے ہوں اور ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہو اور روشنی کہیں نہ نظر آتی ہو تو اسی طریقہ سے گھروں میں فتنے اتریں گے اور پھیل جائیں گے، آپؐ نے فرمایا، لوگو! فتنے کے ان ٹکروں کے نازل ہونے سے پہلے پہلے نیک عمل کر لو، جب یہ فتنے واقع ہونا شروع ہو جائیں گے تو پھر کوئی اچھا عمل کرنے کی توفیق نہیں ملے گی۔

الغرض! حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جماعت سے الگ نہ ہو، اہل سنت والجماعت کا معیار بھی یہی ہے کہ وہ صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، سلف صالحینؒ اور ان کی جماعت کے ساتھ ہی رہتے ہیں، فرمایا جماعت سے الگ نہ ہو ورنہ گمراہی پھیلے گی، فرقے اور پارٹیاں بنتی رہیں گی مگر تم جماعت سے الگ نہ ہونا ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے، اہل سنت والجماعت کا یہی مطلب ہے کہ حضور علیہ السلام کی سنت اور صحابہؓ کی جماعت کا طریقہ اور ان کا عمل پکڑ لو، جو اس کو مضبوطی سے پکڑے گا وہی اہل سنت والجماعت ہوگا اور جو الگ ہوگا، گمراہ ہو جائے گا، آپؐ نے فرمایا کہ جماعت کو لازم پکڑو اگر جنت کے بیچ میں جانا چاہتے ہو، شیطان اکیلے آدمی پر زیادہ اثر انداز ہوتا ہے، اکیلا آدمی مل جائے تو اس کو گمراہ کرنا آسان ہوتا ہے اور اگر دو آدمی اکھٹے ہوں یا جماعت ہو تو شیطان کو گمراہ کرنے کا موقع کم ملتا ہے، اگر الگ الگ ہو گئے تو شیطان گمراہ کر دے گا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نیکی اور برائی کا امتیاز

اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا لَایَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِأمْرَاۃٍ کوئی بالغ مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں اکٹھا نہ ہو کیونکہ جب وہ دو ہوں گے تو تیسرا شیطان ہوگا جوان کو برائی پر آمادہ کرے گا، نسائی شریف کی روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ من سرۂ حسنۃ جس شخص کو نیکی کی بات اچھی لگے اور نیکی میں ایمان، تقویٰ، اچھا اخلاق، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، عمرہ، تبلیغ اور تعلیم وغیرہ آتے ہیں، فرمایا جس کو نیکی کا کام اچھا لگے وَساءہ سیئۃٌ اور بری بات بری لگے فھو مؤمنٌ تو وہ صاحبِ ایمان آدمی ہے، گویا اس میں ایمان کی علامت پائی جاتی ہے، سمجھ لینا چاہئے کہ وہ ایمان دار آدمی ہے۔

حُب اللہ اور حُب الرسولؐ

حضرت انسؓ کی روایت میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند چیزوں کو آپس میں مربوط قرار دیا ہے، آپؐ نے فرمایا من احب اللّٰہ عزوجل فلیحبنی جو آدمی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کرتا ہے اسے چاہئے کہ وہ مجھ سے محبت رکھے، ظاہر ہے کہ ہر مومن کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت ہوتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کو حقیقی معنوں میں اپنا محبوب سمجھتا ہے، اپنا محسن، مربی، خالق اور مالک سمجھتا ہے، ہر ایمان دار آدمی کے دل میں کسی نہ کسی درجے میں اللہ کی محبت موجود ہوتی ہے، خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (البقرۃ۔۱۶۵) اور اہل ایمان سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی رکھتے ہیں، اس کے بعد اللہ کے رسول کی محبت کا درجہ ہے، اسی لئے آپؐ نے فرمایا کہ کہ جو اللہ سے محبت کرتا ہے اسے چاہئے کہ مجھ سے محبت کرے، حضور علیہ السلام کی محبت ہی اللہ کی محبت تک پہنچنے کا زینہ ہے، خود قرآن میں موجود ہے قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (آل عمران۔۳۱) اے پیغمبرؐ! آپ اعلان فرمادیں کہ لوگو! اگر اللہ سے محبت کے خواشمند ہو تو میرا اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تم کا اپنا محبوب بنالے گا، گویا حضور علیہ السلام کی اتباع کر کے ہی خدا کی محبت تک پہنچا جاسکتا ہے اور آدمی خدا تعالیٰ کا محبوب بن سکتا ہے، اس طرح خدا تم کو اپنا محبوب بنالے گا اور تم خدا کے پیارے بن جاؤ گے، حضرت محمدؐ ہی خدا تک پہنچنے کا ذریعہ اور واسطہ ہیں، صرف یہی ایک دروازہ کھلا ہے، باقی سارے دروازے بند چکے ہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جو سن لے میں دنیا میں آگیا ہوں اور میرا دور شروع ہوچکا ہے اور میں نے اپنا پیغام لوگوں کے سامنے پیش کردیا ہے اور پھر وہ مجھ پر ایمان نہ لائے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فدخل الجهنم تو ایسا شخص جہنم میں جائے گا، اگرچہ وہ روزے رکھتا ہو، اعتکاف بیٹھتا ہو یا کسی کٹیا میں بیٹھ کر عبادت وریاضت کرتا ہو، وہ جنت میں نہیں جا سکتا بلکہ جہنم کا ایندھن ہی بنے گا، گویا کہ حضورؐ کے اتباع کے بغیر کامیابی کا کوئی راستہ نہیں ہے، اسی لئے فرمایا کہ جو اللہ سے محبت کرتا ہے اسے چاہیے کہ مجھ سے محبت کرے۔

صحابہؓ کے ساتھ محبت

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ من احبنی فلیحب اصحابی یعنی جو شخص مجھ سے محبت کا دعویدار ہے اسے میرے صحابہ کرامؓ سے بھی محبت کرنی چاہیے کیونکہ میرا طور طریقہ اور سارا دین صحابہ کرامؓ کے ذریعے ہی دنیا میں پھیلا ہے، اللہ نے بھی قرآن میں فرمایا ہے لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (الحج۔۷۸) اللہ کا رسول تمہارا معلم ہے اور صحابہ کرامؓ باقی لوگوں کے معلم یعنی دین سکھلانے والے ہیں، صحابہ کرامؓ ہی دوسرے لوگوں کے پیشوا، مقتدا، مربی اور معلم ہیں، لہٰذا فرمایا کہ جو آدمی مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میرے صحابہؓ کے ساتھ بھی محبت کرے کیونکہ قرآن کی تعلیم اور دنیا میں اس کی اشاعت صحابہ کرامؓ کے واسطہ سے ہی ہوئی ہے۔

اشاعتِ قرآن

جنگ کے موقع پر حضور علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں اس طرح دعا کی اللهم مجری السحاب ومنزل الكتاب وهازم الاحزاب اهزمهم وانصرنا عليهم اے بادلوں کے چلا کر بارانِ رحمت نازل کرنے والے اللہ، اور کتاب یعنی قرآنِ پاک کو نازل کرنے والے اللہ، اور دشمن کے لشکروں کو شکست دینے والے اللہ، ہمارے دشمنوں کو شکست سے ہمکنار کردے اور ان کے مقابلے میں ہماری مدد فرما اور ہمیں فتح نصیب فرما۔

اس دعا میں پہلے اللہ تعالیٰ کو بارانِ رحمت نازل کرنے والے کے لقب سے یاد کیا ہے، اور پھر قرآن کو نازل کرنے والے کے لفظ میں ساری حقیقت سمجھا دی ہے، اے پروردگار! ہمارا مقصد تیری اس کتاب کو دنیا میں جاری کرنا ہے، ہم کسی اقتدار، چوہدراہٹ یا مال ودولت کے خواہش مند نہیں بلکہ تیرے قرآن کے پروگرام کو دنیا میں رائج کرنا چاہتے ہیں، اصحاب کرامؓ کا یہی مقصد تھا کہ قرآن کے پروگرام کو دنیا میں غالب کردیں، اس لئے آپؐ نے فرمایا من احب اصحابی فلیحب القرآن جو شخص میرے صحابہ کرامؓ سے محبت کرتا ہے، اسے چاہئے کہ وہ قرآن پاک سے بھی محبت کرے، صحابہؓ کی جماعت ہے اور قرآن ایک پروگرام ہے جسے وہ دنیا میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جاری کرنا چاہتے ہیں۔

مساجد کے ساتھ محبت

آپؒ نے یہ بھی ارشاد فرمایا من احب القراٰن فلیحب المساجد یعنی جو آدمی قرآن پاک سے محبت کرتا ہے اسے اللہ کے گھروں مسجدوں سے بھی محبت ہونی چاہئے، مساجد میں اللہ کی عبادت کی جاتی ہے، اس کا نام لیا جاتا ہے، قرآن پڑھا جاتا ہے اور مسجد نیکی کا مرکز ہیں، مسلمانوں کی اجتماعیت یہیں سے ابھرتی ہے، جو شخص مسجد میں آئے گا وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا اور مسجد کی تعمیر، صفائی اور اس کی ضروریات کی تکمیل میں حصہ لے گا، آپؒ نے فرمایا کہ مسجدوں میں آنے والے لوگوں کی ضروریات اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی صورت میں ازخود پورا کر دیتا ہے۔

الغرض! فرمایا کہ اللہ کی ذات سے محبت ہوگی تو اللہ کے رسول سے محبت ہوگی، اور رسول اللہ سے محبت ہوگی تو آپ کے صحابہ سے محبت ہوگی اور صحابہ سے محبت قرآن سے محبت کی مورد ہوگی اور قرآن سے محبت کی وجہ سے اللہ کے گھروں مسجدوں سے محبت ہوگی، اللہ کا گھر آباد ہو تو ہر مسلمان کو خوشی ہوتی ہے اور اگر ویرانی ہو تو سخت کوفت ہوتی ہے، بھارت میں بابری مسجد ویران ہوئی تو کسی مسلمان کے دل میں چین نہیں، بھارت کے بارہ کروڑ مسلمان خاص طور پر مضطرب ہیں کہ اللہ کریم! پانچ سو سال پہلے کا بنا ہوا تیرا گھر کافروں نے گرا دیا اور وہاں مورتیاں رکھ دیں، ادھر بوسنیا میں عیسائیوں نے مسلمانوں کی آٹھ سو مسجدیں جلا کر راکھ کر دیں، لاکھوں مسلمان جان سے مار دیے ہیں، بیت المقدس پر کافروں کا غلبہ ہے، یہ ساری کتنی تکلیف دہ باتیں ہیں، ہم تو ہر وقت دعائیں کرتے ہیں کہ مولا کریم! بیت المقدس کو کافروں کے تسلط سے آزاد فرما، کافر اور یہودی ظالم اور ناپاک ہیں، وہ تیرے گھر کی قدر نہیں کر سکتے، ادھر ہماری مجبوری ہے کہ ہمارے اندر اجتماعیت نہیں ہے، قوت نہیں ہے، ہماری سوچ کمزور ہے، ادھر کافروں کو عددی برتری بھی حاصل ہے، دنیا میں چار ارب سے زیادہ کافر ہیں جبکہ مسلمانوں کی آبادی بمشکل ایک ارب ہے، اب تو اللہ ہی مدد کرے تو مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہو سکتا ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسری صورت نظر نہیں آتی، لہٰذا ہم تو یہی کہتے ہیں کہ اللہ کے گھروں کو پاک صاف رکھو، ان میں جھگڑا فساد نہ کرو، پارٹی بازی کی باتیں نہ کرو، اللہ کی عبادت کرو، تعلیم و تبلیغ کا انتظام کرو، دھڑا بندی اور فرقہ پرستی سے اجتناب کرو، یہ سب باتیں آپس میں مربوط ہیں۔

صحابہ کرامؓ کا ازلی انتخاب

آپ نے حضور علیہ السلام کے صحابہ کے بارے میں یہ باتیں سنیں، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ازل میں جب اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے قلوب کی طرف نگاہ اٹھائی اِنَّ اللّٰہَ نَظَرَ فِیْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ تو سب سے بہتر دل حضور علیہ السلام کا پایا، اس دل میں اللہ تعالیٰ کی اس قدر محبت اور عظمت تھی چنانچہ اللہ نے اس دل کو نزول قرآن کا مورد ٹھہرایا، جیسا کہ فرمان خداوندی ہے اِنَّہٗ نَزَّلَہٗ عَلٰی قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰہِ (البقرۃ۔۹۷) جبریل علیہ السلام نے قرآن پاک اللہ کے حکم سے آپ کے قلب مبارک پر نازل کیا ہے، آپؐ کو نبوت بلکہ ختم نبوت کے ساتھ خاص کیا، آپ اللہ کے برگزیدہ رسول اور خاتم النبیین ہیں، پھر اللہ نے دوسرے لوگوں پر نگاہ ڈالی تو صحابہ کرامؓ کے قلوب کو سب سے بہتر پایا چنانچہ صحابہ کرامؓ کو حضور علیہ السلام کی رفاقت کے لئے منتخب فرمایا، اولٰئك اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کے دلوں کی گہرائی بہت زیادہ ہے اور نیکی میں بہت بڑھی ہوئی ہے، انہوں نے نبی کے اعضاء وجوارح بن کر دنیا میں دین کی خدمت کی۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کرامؓ کی مثال ایسی ہے جیسے ابر آلود موسم میں چاند کے گرد ہالہ بن جاتا ہے، جس طرح ہالہ چاند کے ساتھ ہی متعلق ہوتا ہے، اسی طرح صحابہ کرامؓ بھی حضور علیہ السلام کے اردگرد آپکے ساتھی اور دین کو دنیا میں پھیلانے والے ہیں۔

اسلام کی بنیاد: صحابہؓ اور اہل بیتؓ

امام حسنؓ کی روایت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد بھی آتا ہے کہ آپؐ نے فرمایا لِکُلِّ شَیْئٍ اَسَاسٌ یعنی ہر چیز کی کوئی نہ کوئی بنیاد ہوتی ہے اور اسلام کی بنیاد اصحاب رسولؐ اور اہل بیتؓ کی محبت ہے، اگر یہ بنیاد ٹھیک رہے گی تو اسلام کی عمارت ٹھیک رہے گی، اگر کوئی اصحاب رسولؐ اور اہل بیتؓ سے نفرت کرے گا تو اسلام کی عمارت ٹھیک نہیں رہے گی، اس میں آپؐ کی ازواج مطہراتؓ اور آپ کی اولاد اور باقی متعلقین بھی آجاتے ہیں۔

پل صرط پر ثابت قدمی

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اثبتکم علی الصراط اشد کم حباً لاھل بیتی و اصحابی یعنی پل صراط پر ثابت قدم رہنے والے وہ لوگ ہوں گے جن کو آپؐ کے اہل بیتؓ اور صحابہ کرامؓ سے محبت ہوگی، پل صراط کی ہر طرف ٹیڑھے چمٹے لگے ہوں گے جو ہر گناہ گار کو اس کے گناہ کے مطابق پکڑیں گے، حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ پل صراط سے گزرنا بڑی اونچی گھاٹی کو عبور کرنا ہے، بعض لوگ بجلی کی تیزی سے پل صراط سے گزر جائیں گے، بعض تیز ہوا کی طرح اور بعض تیز گھوڑ سوار کی طرح، بعض

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اونٹ سوار کی طرح پل صراط کو عبور کریں گے اور بعض پیدل چل کر اور بعض گرتے پڑتے ہوئے زخمی ہو کر پل صراط سے پار اتریں گے اور بعض ایسے بھی ہوں گے جو زخمی ہو کر نیچے گر جائیں گے۔

اصحاب محمدؐ کے متعلق مجموعی طور پر میں نے یہ باتیں آپ کے گوش گزار کی ہیں، اصحاب رسولؐ کے بارے میں اچھا عقیدہ رکھنا چاہیے اور ان کے بارے میں کوئی بدگمانی نہیں ہونی چاہیے بلکہ ان کو اپنا پیشوا اور مقتدا سمجھنا چاہیے اور ان کی سیرت پر عمل کرنا چاہیے۔

دعائیہ کلمات

بعض حضرات نے بیماروں کے لیے صحت کی دعا کی درخواست کی ہے، لہٰذا سب حضرات دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ تمام بیمار مسلمانوں کو ہر قسم کی جسمانی اور روحانی بیماریوں سے شفا بخشے، جو مسلمان وفات پا چکے ہیں، اللہ تعالیٰ سب کی غلطیوں سے درگزر فرمائے، ان کی نیکیوں کو قبول فرمائے اور جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔

جو مسلمان پریشان ہیں، اللہ تعالیٰ سب کی دینی، دنیاوی، کاروباری پریشانیوں کو دور فرمائے، کاروبار میں برکت اور رزق حلال میں وسعت نصیب فرمائے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین حق کی سمجھ اور اس پر کاربند رہنے کی توفیق بخشے اور سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

سبحانك اللّٰهم وبحمدك اشهد ان لا الٰه الا انت استغفرك واتوب اليك ۔

نور و بشر

[افادات] امام اہل السنۃ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

[مرتب] مولانا محمد فیاض خان سواتی، مہتمم و استاذ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم

--- (صفحات: ۱۳۶) ---

[ناشر] ادارہ نشر و اشاعت جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ پاکستان

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مولانا محمد فیاض خان سواتی

شوقِ مطالعہ

حیاتِ دنیوی اور حیات برزخی میں فرق

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ المتوفی ۱۰۷۹ھ لکھتے ہیں۔

''مکتوب (۳۴) حافظ عبدالکریم کے نام......

الحمدللہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ...... وہ حیات جو دنیا سے تعلق رکھتی ہے، دو چیزیں چاہتی ہے (۱) حِس (۲) اور حرکت۔ اور وہ حیات جس کا تعلق برزخ سے ہے، محض حِس ہے بغیر حرکت کے......اللہ تعالیٰ حکیم مطلق ہے، اس نے ہر محل کے مطابق حیات عطا فرمائی ہے، برزخ میں حِس کے بغیر چارہ نہیں، تاکہ ''تالم وتلذذ'' ہو سکے، حرکت کی وہاں ضرورت ہی نہیں بخلاف نشأ دُنیوی واُخروی کے...... کہ وہاں دونوں چیزیں (حِس وحرکت) درکار ہیں۔

فافھم ...... والسلام۔''

(مکتوبات خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ ص۱۰۲ وص۱۰۳، تلخیص وترجمہ مولانا نسیم احمد امروہی، طبع لکھنؤ، انڈیا)

ناحق قتل میں رضامندی کا دُور رَس اثر

شیخ ابوطالب محمد بن علی بن عطیہ الحارثی المکیؒ المتوفی ۳۸۶ھ رقمطراز ہیں۔

''حدیث میں آیا ہے کہ اگر ایک آدمی مشرق میں قتل کیا گیا ہو اور دوسرا آدمی مغرب میں اس کے قتل پر راضی ہو تو وہ اس کے قتل میں شریک ہوگا۔''

(قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب ووصف طریق المُرید الی مقام التوحید عربی ج۲ ص۹۱، طبع مصر)

گندم کو گُھن کا کیڑا نہ لگنے کا مجرب طریقہ

امام ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنویؒ المتوفی ۱۳۰۴ھ رقمطراز ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

’’کمال الدین دمیری شافعیؒ کی کتاب ’’حیاۃ الحیوان‘‘ میں گُھن کے کیڑے کے ذکر میں ہے، اور یہ ان بعض انوکھے فوائد میں سے ہے کہ جن کے بارہ میں مجھے بعض تجربہ کار لوگوں نے خبر دی ہے کہ سات فقہاء کے نام جو مدینہ شریف میں رہتے تھے، جب کسی رقعہ میں لکھے جائیں اور پھر اسے گندم میں رکھ دیا جائے تو جب تک وہ رقعہ اس میں رہے گا تو اسے گُھن کا کیڑا نہیں لگے گا، اور وہ نام ایک شاعر کے قول میں جمع ہیں۔

؎ الاکل من لا یقتدی بأئمة

فقسمته ضیزی عن الحق خارجه

فخذھم عبیداللّٰه ، عروۃ،قاسم

سعید،ابوبکر ،سلیمان ،خارجه

آگاہ رہو ہر وہ شخص جو ائمہ کی اقتداء نہیں کرتا۔

اس کی قسمت ناقص ہے جو اسے حق سے نکالنے والی ہے۔

پس ان کو پکڑ و وہ (۱) عبیداللہؒ (۲) عروہؒ (۳) قاسمؒ۔

(۴) سعیدؒ (۵) ابوبکرؒ (۶) سلیمانؒ (۷) اور خارجہؒ ہیں۔

(الفوائد البھیۃ فی تراجم الحنفیۃ ویلیھا طرب الاماثل بتراجم الافاضل عربی ص ۲۰۳ وص ۲۰۴، طبع کراچی)

ملک کے بقا اور دین کی مضبوطی کا راز

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البصری الماوَرْدِیؒ المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں۔

’’قال عبد اللّٰه بن المعتز

اَلْمُلْكُ بِالدِّيْنِ يَبْقٰی

وَالدِّيْنُ بِالْمُلْكِ يَقْوٰی

عبداللہ بن المعتزؒ نے کہا ہے کہ ملک دین کے ساتھ باقی رہتا ہے اور دین ملک کے ساتھ مضبوط ہوتا ہے۔‘‘

(کتاب اَدَبُ الدُّنیا وِالدِّیْن عربی ص ۱۷۰، طبع قاھرہ، مصر)

پاک دامنی کی افضلیت

امام حافظ ابوالحسن احمد بن عبداللہ بن صالح العجلیؒ المتوفی ۲۶۱ھ رقمطراز ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہ قول بھی ہے، جو وہ فرمایا کرتے تھے۔

''اَلْحِرْفَةُ مَعَ الْعِفَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الْغِنىٰ مَعَ الْفُجُوْرِ''

پاکدامنی کے ساتھ پیشہ اختیار کرنا نافرمانی کے ساتھ مالداری سے بہتر ہے۔

(تاریخ الثقات عربی ص ۲۶۵، طبع بیروت، لبنان)

کتے سے حفاظت کا عمل

امام شہاب الدین محمد بن احمد الابشیہیؒ المتوفیٰ بعد ۸۵۰ھ رقمطراز ہیں۔

''جب تجھ پر کتا بھونکے اور تو اس سے خوف کھائے تو یہ پڑھ۔

''يَامَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَاتَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطَانٍ'' (الرحمٰن: ۳۳) اور اس سے تھوڑی دیر بعد ''لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ'' پڑھ، تو، تو اس سے محفوظ رہے گا۔

(اَلْمُسْتَطرَف فی کُلِّ فنٍّ مُسْتَظْرَف عربی ص ۳۹۴، طبع بیروت، لبنان)

عورت اور مرد کے دانتوں کی تعداد کا فرق

حضرت مولانا ابوالامداد محمد حکمت شاہ کا کاخیلؒ فاضل دارالعلوم دیوبند رقمطراز ہیں۔

''يُقَالُ اِنَّ اَسْنَانَ الرَّجُلِ اِثْنَتَانِ وَثَلَاثُوْنَ سِنّاً وَاَسْنَانَ الْمَرْأَةِ ثَلَاثُوْنَ سِنّاً''

''کہا گیا ہے کہ مرد کے دانت بتیس اور عورت کے دانت تیس ہوتے ہیں۔''

(مَعَارِفُ الْحَقَائِق عربی ص ۱۱۶، طبع پشاور)

حماسہ کا حافظ

امام ابوالعباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلّکانؒ المتوفیٰ ۶۸۱ھ رقمطراز ہیں۔

''ابوالحجاج یوسف بن محمد بن ابراہیم الانصاری البیاسیؒ (المتوفیٰ ۶۵۳ھ) اندلس کے فضلاء اور متقن حفاظ میں سے ایک تھے...... مجھے خبر پہنچی ہے کہ وہ ابوتمام الطائی کی تالیف کتاب الحماسہ کے حافظ تھے۔''

(وَفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان عربی ج ۷ ص ۲۳۸، طبع قم، ایران)

اِس زمانے کے فاضل

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ المتوفی ۲۰۰۰ء رقمطراز ہیں۔

(شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ المتوفی ۱۹۸۲ء نے فرمایا)

''فاضل اس زمانہ میں اس کو کہتے تھے کہ جس کا پڑھا بے پڑھا سب برابر ہو اور سب کتابیں پڑھا سکے۔

اب اس کے معنی اُلٹے ہیں کہ جس کا پڑھا بے پڑھا برابر ہو کہ پڑھا ہوا بھی نہ پڑھا سکے۔

(مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی اور ان کے خلفاءِ کرام حصہ اول ص ۵۶۹، طبع انگلینڈ)

احمق کی ایک نشانی

فقیہہ احمد بن محمد بن عبد ربّہ الاندلسیؒ المتوفی ۳۲۸ھ لکھتے ہیں۔

''مسلمہ بن عبد الملک نے روم کے بادشاہ سے پوچھا کہ تمہارے ہاں احمق کسے شمار کرتے ہیں؟ اس نے کہا جو اپنے پیٹ کو ہر اس چیز سے بھر لے جسے پائے۔''

(العِقد الفرید عربی ج ۸ ص ۹، طبع قاھرہ، مصر)

ندامت کا معیار

امام ابوعثمان عمرو بن بحر بن محبوب الجاحظؒ المتوفی ۲۵۵ھ لکھتے ہیں۔

''لقمانؒ نے اپنے بیٹے سے کہا۔

''یابنی انی قد ندمت علی الکلام ولم اندم علیَ السکوت''

''اے بیٹے بولنے پر تو میں نے ندامت اٹھائی ہے، لیکن خاموشی پر میں کبھی نادم نہیں ہوا۔''

(البیان والتبیین عربی ج ۱ ص ۲۲۱، طبع مصر)

چار قسم کے لوگ معلّم بننے کے قابل نہیں

امام ابوعبداللہ محمد بن محمد العبدری القبیلی الفاسیؒ المتوفی ۷۳۷ھ رقمطراز ہیں۔

''معن بن عیسیٰؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ چار قسم کے لوگوں سے علم حاصل نہ کیا جائے اور ان کے علاوہ سے حاصل کیا جائے۔

(۱) ایسا بدعتی جو اپنی بدعت کی طرف دعوت دے، اس سے حاصل نہ کیا جائے۔

(۲) نہ ایسے بیوقوف سے جو اپنی بیوقوفی میں معروف ہو۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۳) نہ اس سے جو لوگوں کی باتوں میں جھوٹ بولتا ہو،

اگر چہ وہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سچ بولتا ہو۔

(۴) اور نہ اس سے جو اس شان کو نہیں جانتا۔''

(المَدخَل لابن الحاجؒ عربی ج۲ص۱۱۱،طبع بیروت،لبنان)

بھلائی کی تمام اقسام میں جامع خصلت

شیخ اکبر محی الدین بن عربیؒ المتوفیٰ ۶۳۸ھ لکھتے ہیں۔

''یونس بن عبیدؒ نے فرمایا،نہیں ہے بھلائی کی خصلتوں میں سے کوئی خصلت جو آدمی کے اندر ہو اور وہ زیادہ لائق ہو کہ بھلائی کی تمام اقسام کی جامع ہو زبان کی حفاظت سے۔''

(کتاب محاضرۃ الابرار ومسامرۃ الاخیار فی الادبیات والنوادر والاخبار عربی ج۲ص۲۹،طبع بیروت)

علم کے بقا اور خاتمہ کا راز

مولانا عبدالرزاق ملیح آبادیؒ رقمطراز ہیں۔

''مشہور مقولہ ہے،علم کی اس سے بڑھ کر کوئی حفاظت نہیں کہ اس پر عمل کیا جائے اور اس کے اہل کو سکھایا جائے،علم کی مثال آگ کی ہے جو خرچ ہونے سے نہیں بجھتی،البتہ ایندھن نہ پانے سے بجھ جاتی ہے،اسی طرح علم بھی خرچ ہونے سے کم نہیں ہوتا،البتہ قدر دان نہ ملنے سے مٹ جاتا ہے۔''

(العلم والعلماء علامہ ابن عبدالبر کی مشہور کتاب جامع بیان العلم وفضلہ کا ترجمہ ص۹۲،طبع دہلی،انڈیا)

بحرِ محبت کا موجد

علامہ شبلی نعمانیؒ المتوفیٰ ۱۳۳۱ھ رقمطراز ہیں۔

''اخفش نحو کا مشہور امام ہے،عروض میں بحرِ محبت اس کی ایجاد ہے معانی القرآن،کتاب الاشتقاق،کتاب العروض،کتاب الاصوات،کتاب معانی الشعراء اور اس کے سوا بہت سی تصنیفیں کیں ۲۰۶ھ میں انتقال کیا۔''

(المامون ص۲۳۷،طبع اعظم گڑھ،انڈیا)

......☆......☆......☆......☆......

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ
سابق شیخ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم

تحریک آزادی، انگریز اور علمائے دیوبند

دنیا کا کوئی کام بغیر کسی سبب، داعیہ اور محرک کے معرض وجود اور منصۂ شہود پر نہیں آتا، ہم جب ٹھنڈے دل کے ساتھ ہندوستان کی تاریخ پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں سرہنری ایلیٹ کی مسخ شدہ تاریخ سے پہلے ہندوستان کی سیاسی اور مذہبی تاریخ کسی اور صورت میں نظر آتی ہے، سیاست کی باتیں تو سیاسی حضرات بہتر جانتے ہیں کیونکہ ''لکل فن رجال'' ہم صرف مذہبی نقطہ نظر سے یہ دیکھتے ہیں کہ ہندوستان میں کم وبیش ایک ہزار سال تک مسلمانوں کی حکومت اور دور اقتدار رہا ہے جس میں نہایت فراخ دلی سے (بلکہ بعض بادشاہوں کی طرف سے نرے ملحدانہ انداز میں) ہر فرقہ اور ہر اہل مذہب کو اپنے مذہب پر پابند رہنے اور مذہبی رسوم بجا لانے کی کھلی آزادی تھی، جب گردش زمانہ سے سلطنت مغلیہ کا ٹمٹماتا ہو چراغ گل ہو گیا اور اپنوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے ظالم اور جابر برطانیہ قہر الٰہی کی صورت میں ہندوستان پر نمودار ہو تو اس کے مقابلہ کیلئے ہندوستان کی دیگر اقوام عموماً اور مسلمان خصوصاً میدان میں نکلے اور عملی طور پر اس کے ساتھ جہاد کیا، جس کو انگریز کے منحوس دور کے نمک خوران برطانیہ غدر ۱۸۵۷ھ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں، اس جہاد میں کون کون حضرات شریک تھے اور کس کس مقام پر لڑے؟ اور ہر مقام پر اس کا کیا نتیجہ برآمد ہوا؟ یہ اور اس قسم کے دیگر کئی امور ہمارے حیطہ امکاں سے باہر ہونے کے علاوہ ہمارے موضوع سے خارج ہیں، ہمیں تو اثبات مدعیٰ کے لئے بانی دارالعلوم دیوبند اور ان کے چیدہ چیدہ بعض احباب واصحاب کا تذکرہ کرنا ہے کہ انہوں نے کس حد تک انگریز کے خلاف جہاد کیا اور انگریز نے ان کے خلاف کیا رائے قائم کی؟ اور اس وقت انگریز کے اہل ہند اور خصوصاً مسلمانوں کے خلاف کیا عزائم تھے؟ اور وہ ہندوستان میں کیا دیکھنا اور کرنا چاہتا تھا؟ اور کس حد تک کر چکا ہے؟ جب ہم تاریخ کے اس موڑ پر آتے ہیں اور تاریخ کے اوراق میں وہ دلگداز واقعات پڑھتے اور دیکھتے ہیں تو ہماری آنکھیں پرنم ہو جاتی ہیں،

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہاتھ میں قلم لرزتا ہے، دل سیماب کی طرح بے قرار ہو جاتا ہے، سانس رکنے لگتا ہے اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے، سب واقعات تو تاریخ ہی میں پڑھیے، ہم ''مشتے نمونہ از خروارے'' چند حقائق کی طرف اشارہ کئے دیتے ہیں، جن میں عقل مندوں کے لیے بڑی عبرت ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا یَااُوْلِی الْاَبْصَارِ

گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

جہاد شاملی

اہل ہند جب انگریز کے مظالم کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور جب اس کے خلاف لڑتے ہوئے لاکھوں جانیں جاتی رہیں اور ہزاروں مسلمان شہید ہوئے اور تیرہ ہزار سے زیادہ جید علماء کرام کو تختہ دار پر چڑھایا اور پھانسی پر لٹکایا گیا اور اس وقت میدان کارزار کے آس پاس شاید ہی کوئی درخت ایسا ہوگا جس پر مظلوم ہندوستانیوں کی اور شہید مسلمانوں کی لاشیں نہ لٹکتی ہوں اور ظالم انگریز کے کارندے ان کو دیکھ دیکھ کر نہ خوش ہوتے ہوں۔ اسی دور میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کی زیر قیادت تھانہ بھون سے مسلمانوں کا ایک چھوٹا لشکر شاملی کی گڑھی کی طرف روانہ ہوا جو انگریز کے کارندوں اور اس کی فوج کا ایک مضبوط قلعہ تھا، اس لشکر میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حافظ محمد ضامن صاحب شہیدؒ (جو ۱۸۵۷ء میں اسی شاملی کے مقام پر شہید ہوئے تھے) خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، آپ سمجھتے ہیں کہ کہاں جابر اور ظالم برطانیہ جو ملک پر برسر اقتدار تھا اور کہاں نہتے اور بے سروسامان مجاہد؟ مگر ان بہادروں اور دلیروں نے اور میں خصوصیت کے ساتھ حضرت نانوتویؒ نے اپنی شجاعت کے خداداد جوہر اس جہاد شاملی میں دکھائے، بالآخر ان حضرات کو شکست ہوئی، کچھ حضرات تو زخمی ہوئے اور حافظ ضامن صاحبؒ شہید ہو گئے، الغرض مقابلہ خوب ہوا اور بعض دیو پیکر فوجیوں کو (جن میں ایک سکھ بھی تھا جس کو حضرت نانوتویؒ نے اپنی تلوار سے کاٹ کر مولی کی طرح دو ٹکڑے کر دیا تھا) جہنم رسید کیا گیا اور غالباً ایسے ہی موقع کیلئے کہا گیا ہے کہ:

شکست و فتح نصیبوں سے ہے و لے اے میرؔ
مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا

جب انگریز کو اس کا علم ہوا کہ حضرت حاجی صاحبؒ، مولانا نانوتویؒ صاحب اور مولانا گنگوہی صاحبؒ جو اپنے زمانے کے نامور عالم اور صوفی تھے، ہمارے خلاف جہاد میں شریک ہوئے ہیں تو ان تینوں کے خلاف

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وارنٹ گرفتاری جاری کیے گئے۔

چنانچہ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی لکھتے ہیں کہ:

’’ان تینوں حضرات کے نام چونکہ وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکے اور گرفتار کنندہ کے لیے صلہ تجویز ہو چکا تھا اِس لیے لوگ تلاش میں ساعی اور حراست کے لیے تگ ودو میں پھرتے تھے۔‘‘ (تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۷۷)

انگریز کے اس ظالم حکم سے بچنے کیلئے کچھ دن تو حضرت نانوتویؒ وغیرہ احباب کے شدید اصرار پر روپوش رہے، پھر نکل آئے جیسا کہ بقدر ضرورت اس کا ذکر آئندہ آئے گا، انشاء اللہ العزیز۔ جب لاکھوں انسانوں پر برطانیہ یہ مظالم کر چکا تو بیرونی دنیا کی مزید بدنامی سے بچنے کیلئے اور اہل ہند پر اپنا فرعونی احسان جتلانے کی خاطر کچھ عرصہ بعد وارنٹ گرفتاری اور دیگر کئی سخت احکام واپس لے لئے گئے اور اس طرح ان مظلوموں کی ظالم کے ساتھ سے گلو خلاصی ہوئی، اس جہاد اور ہنگامہ میں اہل ہند اس قدر حق بجانب تھے کہ خود ظالم انگریز اس کا اقرار کئے بغیر نہ رہ سکے، چنانچہ مسٹر لیکی اس ہنگامہ کے بارے میں اپنا یہ خیال ظاہر کرتا ہے کہ اگر دنیا میں کوئی بغاوت حق بجانب کہی جاسکتی ہے تو وہ ہندوستان کے ہندو اور مسلمان کی بغاوت تھی (بحوالہ حکومت خود اختیاری ص ۴۲)

اور اس ہنگامہ میں انگریز نے مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک کیا، اس کا بھی کچھ نمونہ دیکھتے جایئے۔

مسٹر رسل کا یہ مقولہ ہے کہ ’’مسلمانوں کو خنزیر کی کھالوں میں سی دیا گیا اور قتل کرنے سے پہلے خنزیر کی چربی ان کے بدن پر ملی گئی اور پھر انہیں جلا دیا گیا۔‘‘ (تمغہ کا دوسرا رخ، مصنفہ ایڈورڈ ٹامس، ص ۴۸۰)

ملاحظہ کیجئے کہ ظالم برطانیہ نے کس قدر سفاکانہ اور حیا سوز حرکتیں مسلمانوں پر روا رکھیں اور کس طرح ان کے بے گناہ خون سے ہولی کھیلی گئی مگر بایں ہمہ مسلمان مردانہ وار اس ظالم کے سامنے ایمان سے بھرپور سینے تان کر پیش ہوتے رہے اور بزبان حال اس سے یوں خطاب کرتے تھے کہ

گئے وہ دن کہ ہمیں زندگی کی حسرت تھی
فضول قتل کی دیتا ہے دھمکیاں صیاد

عزائم برطانیہ

انگریز کو جب ہندوستان پر سیاسی اقتدار حاصل ہوگیا تو شیخ چلی کی طرح اس کے دل میں خفتہ اور نہاں آرزوئیں اور ارادے زبان اور قلم کی نوک سے بھی ظاہر ہونے لگے، گورنر ہند لارڈ ایلن برا نے ۱۸۴۳ء میں ڈیوک

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آف ولنگڈن کو لکھا کہ ''میں اس عقیدہ سے چشم پوشی نہیں کرسکتا کہ مسلمانوں کی قوم اصولاً ہماری دشمن ہے، اس لئے ہماری حقیقی پالیسی یہ ہے کہ ہم ہندوؤں کی رضاجوئی کرتے ہیں۔'' (ان پبی انڈیا ص ۳۹۹)

انڈیا کی سپریم کونسل کے باوقار رکن سر چارلس ٹریلیون جو حکومت کی طرف سے گورنری کے بلند عہدہ پر فائز تھا، پورے وثوق سے یہ کہتے ہوئے کہ یہ میرا یقین ہے، یہ امید قائم کئے ہوئے تھا کہ ''جس طرح ہمارے بزرگ کل کے کل ایک ساتھ عیسائی ہوگئے تھے اسی طرح یہاں (ہندوستان) میں بھی مسلمان ایک ساتھ عیسائی ہوجائیں گے۔'' (بحوالہ مسلمانوں کا روشن مستقبل، ص ۱۴۳)

اور برطانیہ کی پارلیمنٹ کے ممبر مسٹر زمینگلس نے آغاز ۱۸۵۷ء میں پارلیمنٹ کے دارالعلوم میں تقریر کرتے ہوئے یہ کہا کہ ''خداوند تعالیٰ نے ہمیں یہ دن دکھایا ہے کہ ہندوستان کی سلطنت انگلستان کے زیر نگیں ہے تا کہ عیسیٰ مسیحؑ کا جھنڈا ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لہرائے، ہر شخص کو اپنی تمام تر قوت تمام ہندوستان کو عیسائی بنانے کے عظیم الشان کام کی تکمیل میں صرف کرنی چاہیے اور اس میں کسی طرح تساہل نہ کرنا چاہیے۔'' (حکومت خود اختیاری، ص ۱۳۶، علمائے حق کے مجاہدانہ کارنامے، حصہ اول، ص ۲۶)

اور لارڈ ابرٹس نے کہا کہ ''ان بدمعاش مسلمانوں کو بتادیا جائے کہ خدا کے حکم سے صرف انگریز ہی ہندوستان پر حکومت کریں گے۔'' (علمائے ہند کا شاندار ماضی کا آخری حصہ، تصویر کا دوسرا رخ ص ۳۴ طبع اول)

غور فرمایئے کہ سایہ بوم (ظالم برطانیہ) کے منحوس دور اقتدار میں ہندوستان کی سرزمین پر کس طرح زبوں حالی کا گھپ اندھیرا چھا گیا تھا جس میں رائے قائم کرنے والوں نے یہاں تک رائے قائم کی کہ ''اب اسلام صرف چند سالوں کا مہمان ہے۔'' (موج کوثر، ص ۱۰۸، مصنفہ شیخ محمد اکرم صاحب ایم اے)

اس نازک اور نامساعد حالات میں علمائے دیوبند کثر الله جماعتهم نے جس طرح ہمت و استقلال کا ثبوت دیا ہے اس میں ان کا کوئی شریک نہیں ہوسکتا، آخر بتلایئے کہ اس وقت تمام گمراہ کن تحریکوں کا مقابلہ کس نے کیا؟ ظالم برطانیہ کے فلادی پنجہ سے کس نے ٹکر لی؟ جان عزیز کو ہتھیلی پر رکھ کر کس نے جہاد ۱۸۵۷ء میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا؟ آریوں اور پادریوں کا تعاقب کس نے کیا؟ ان کی تردید میں کتابیں اور رسالے کس نے لکھے؟ کس نے تقریروں کے ذریعہ اسلام کی حقانیت واضح کرتے ہوئے ان باطل فرقوں کا مکائد اور دسیسہ کاریوں سے مسلمانوں کو آگاہ کیا؟ اور اس ہنگامے میں کس طبقہ کے علماء کے ساتھ انتہائی بہیمانہ سلوک روا رکھا گیا تھا؟ اور نہایت بے دردی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے ساتھ درختوں پر کن کو لٹکایا گیا؟ اور ملک عزیز سے جلاوطنی کی وحشیانہ سزائیں کس طبقہ کی اکثریت کو دی گئیں؟ اور تختہ دار پر لٹکنے کیلئے زبان حال سے یہ کہتے ہوئے کس نے خوشیاں منائیں کہ:

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

برطانیہ کا ایک ایسا دور بھی گزرا ہے کہ جس میں ان کا یہ دعویٰ تھا کہ ہماری حکومت میں سورج غروب نہیں ہوتا، اگر ایک جگہ غروب ہوتا ہے تو دوسری جگہ طلوع ہوتا ہے، اور برطانیہ کے مغرور وزیر اعظم مسٹر گلیڈسٹون نے یہ کہا تھا کہ اگر آسمان بھی ہمارے سروں پر گرنا چاہے تو ہم سنگینوں کی نوک پر اسے تھام سکتے ہیں۔ (معاذ اللہ) اس دور میں بھی علماء دیوبند نے اس ظالم برطانیہ کے خلاف صدائے حق بلند کی اور اس سے نبرد آزما رہے ہیں، چنانچہ یوپی کے گورنر سر جیمس امنسٹن نے اسیر مالٹا شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندیؒ (المتوفی ۱۳۳۹ھ) کے بارے میں ایک موقع پر کہا تھا کہ ''اگر اس شخص کو لے جا کر خاک بھی کر دیا جائے تو وہ بھی اس کوچہ سے نہیں اڑے گی جس میں کوئی انگریز ہوگا۔''

نیز یہ بھی ان ہی کا مقولہ ہے کہ ''اگر اس شخص کی بوٹی بوٹی کر دی جائے تو ہر بوٹی سے انگریزوں کے خلاف عداوت ٹپکے گی۔'' (حاشیہ سوانح قاسمی ج ۲ ص ۸۴ مصنفہ حضرت مولانا مناظر احسن صاحب گیلانیؒ المتوفی ۱۳۷۶ھ بمطابق ۱۹۵۶ء)

غالباً ایسے ہی موقعہ کے لئے کہا گیا ہے کہ:

وہی مومن ہے جس کو دیکھ کر باطل پکار اٹھے
کہ اس مرد خدا پر چل نہیں سکتاں فسوں میرا

صدر پاکستان جناب عارف علوی کا ارشاد ہے کہ آزادانہ فیصلوں کیلئے معاشی استحکام ضروری ہے،
بجا فرمایا مگر معاشی استحکام کیلئے بین الاقوامی قرضوں اور سودی نظام سے نجات ضروری ہے۔
؎ کچھ علاج اس کا بھی اے چارہ گراں ہے کہ نہیں

(حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[خطاب] مولانا محمد فیاض خان سواتی
[ضبط وترتیب] محمد حذیفہ خان سواتی

تصورِ خدا کا عقیدہ وعمل پر اثر انداز ہونا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، خُصُوْصاً عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِيَآءِ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ نُجُوْمِ الْهُدٰى، اَمَّا بَعْدُ، فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا o اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًاo

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ، وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُهُ النَّبِىُّ الْكَرِيْمُ، وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشّٰهِدِيْنَ وَالشّٰكِرِيْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

محترم حاضرین وبرادران اسلام وخواتین محترمات!

تمہید

میں نے آپ کے سامنے قرآن کریم سولھویں پارہ میں سے ''سورۃ الکہف'' کی دو آیات ۱۰۳اور۱۰۴ تلاوت کی ہیں، جن کی روشنی میں آج میں صرف یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انسان کے انجام دیے ہوئے اعمال ضائع کیوں ہو جاتے ہیں، ایک مسلمان ساری زندگی نیک اعمال انجام دینے کی کوشش کرتا ہے تو اس کے اعمال ضائع ہونے کی کیا وجہ ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان آیات میں اسی بات کو جناب رسول اللہؐ کے ذریعے ہمیں بتایا ہے، الغرض! آج میں اعمال کو ضائع کرنے والی کچھ بنیادی باتیں آپ کے سامنے عرض کرنا چاہوں گا۔

ہر مسلمان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس نے زندگی میں جو بھی نیکی انجام دی ہے وہ محفوظ رہے، تاکہ آخرت میں اس کا بینیفٹ اسے ملے، نیکی اسی نظریے کے ساتھ کی جاتی ہے، لیکن اگر ''نیکی کر کنویں میں ڈال'' والا معاملہ ہو گیا،

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یعنی اچھے اعمال یہیں ضائع ہو گئے تو پھر آخرت کیلئے کچھ ذخیرہ نہیں ہوگا، یہی مسئلہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی اتار کر جناب رسول اللہؐ کے ذریعے ہمیں سمجھانے کی کوشش کی ہے، سب سے پہلے اِن آیات کا ترجمہ ومفہوم عرض خدمت ہے۔

تلاوت کردہ آیات کا ترجمہ ومفہوم

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ اے پیغمبرؐ! آپ کہہ دیجئے هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا کیا ہم تمہیں بتائیں اُن لوگوں کے بارے میں جن کے اعمال زیادہ خسارے میں ہیں۔ یعنی عمل کے لحاظ جو لوگ زیادہ خسارے میں ہیں ان کے بارے میں تمہیں بتاؤں؟ اللہ کی طرف سے یہ وحی جناب رسول اللہؐ پر آئی، آپؐ نے صحابہ کرامؓ کے سامنے اس کو تلاوت فرمایا اور قرآن کریم میں محفوظ ہوئی، آج ہم اسے پڑھ رہے ہیں اور قیامت تک لوگ پڑھتے رہیں گے، غرضیکہ یہ سب کو بتا دیا گیا ہے۔ اللہ نے فرمایا اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں ناکام ہوگئی۔ ضَلَّ کا معنی ہے بھٹک جانا، گمراہ ہو جانا، ناکام ہو جانا۔ اللہ کے ہاں دنیا کی زندگی میں ہی ان کی نیکی ختم ہوگئی، لیکن ان لوگوں کی حالت یہ ہے کہ وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا اور وہ گمان کرتے رہے ہیں کہ انہوں نے بڑے اچھے کام انجام دیے ہیں۔ اپنے خیال کے مطابق وہ یہ سوچ رہے ہیں کہ ہماری کارکردگی تو بہت ہی اعلیٰ ہے، بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے، ہم تو سیدھا جنت میں جانے والے ہیں، یہ تصور لے کر بیٹھے ہوئے ہیں، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کی کوشش تو اس دنیا کی زندگی میں ہی ختم ہوگئی۔

اعمال کو ضائع کرنے والی دو بنیادی باتیں

میں انہی آیات کی روشنی میں آپ کے سامنے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ عمل کے ضائع ہونے کی بنیادی وجہ کیا ہے؟ انسان کا عمل کیوں ضائع ہو جاتا ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو جنت اور آخرت میں کامیابی کا وعدہ کر رکھا ہے، وہ دو چیزوں کے ساتھ مشروط ہے۔ سب سے پہلی شرط ایمان ہے۔ عقیدہ، فکر، جس کو ایمان سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ ٹھیک ہو۔ دوسری بات اچھے کام ہیں، وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اللہ نے اچھے کام فرض بھی قرار دیے ہیں، واجب بھی قرار دیے ہیں، نبی کے ذریعے سنت بھی قرار دیے ہیں، پھر مستحبات اور نوافل بھی ہیں۔ کامیابی کو ان دو چیزوں سے مشروط کیا گیا ہے کہ ایمان ہو اور پھر اعمال صالحہ ہوں تو ہی نتیجۃً کامیابی حاصل ہوگی۔ یہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ ایسے لوگ بھی ہیں کہ ان کے اعمال دنیا میں ہی ضائع ہو جاتے ہیں، لیکن وہ خوش

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

گمانی میں مبتلا ہیں کہ ہم نے بڑے اچھے کام کیے ہیں۔

[ا] تصورِ خدا میں خرابی

عمل کے ضائع ہونے کی سب سے بنیادی وجہ تصورِ خدا میں خرابی ہے۔ میں اسی پر بات کرنا چاہوں گا۔ ہمارے ملک کے وزیر اعظم صاحب نے اسی ہفتے میں یہ بیان دیا ہے کہ تمام لوگ خدا کو مانتے ہیں، ان کی صورتیں مختلف ہیں، کچھ خدا کو مانتے ہیں اور کچھ بھگوان کو مانتے ہیں، میں عرض کرنا چاہوں گا کہ ہمارے وزیر اعظم صاحب ہیں، ہمارے سر تاج ہیں، لیکن غلط بات جس کی بھی ہو وہ غلط ہی ہوتی ہے، بڑے آدمی کو بات ہمیشہ سوچ سمجھ کر کرنی چاہئے، کیونکہ اس کی بات کسی عام آدمی کی بات نہیں ہوتی، عربی کا مقولہ ہے كَلَامُ الْمُلُوْكِ مُلُوْكُ الْكَلَامِ بادشاہوں کا کلام کلاموں کا بادشاہ ہوتا ہے۔ لوگوں میں اس کا چرچا ہوتا ہے، کوئی اور آدمی بات کرتا تو محلے کے لوگوں کو بھی بمشکل پتہ چلتا، وزیر اعظم صاحب نے بات کی تو پورے پاکستان کو پتہ چلا، بلکہ ساری مسلمان قوم کو پتہ چلا کہ کیا بات ہوئی ہے۔ اس وجہ سے میں اس کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اعمال کو برباد کرنے والی سب سے پہلی اور بنیادی چیز غلط تصورِ خدا ہے، جب تصورِ خدا خراب ہوگا تو یہیں سے آگے عمل کی بربادی شروع ہو جائے گی، اور اگر تصورِ خدا ٹھیک ہوگا، عمل خواہ کمزور کیوں نہ ہو، تو بخشش کی امید ہے۔

دنیا میں تین قسم کے مذاہب زیادہ چلتے ہیں۔ ایک مذہب یہ ہے کہ خدا ہے ہی نہیں، دہریوں کا نظریہ یہی ہے، روس اور چین والے لوگوں کا یہی نظریہ ہے، روسی لوگ تو مذہب کو افیون کہتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ مذہب لوگوں کو ایسے اثر کرتا ہے جیسے افیون اثر کرتی ہے، لوگ نشے میں آ جاتے ہیں، چنانچہ دہریے کہتے ہیں کہ خدا ہے ہی نہیں، انہوں نے اڈہ ہی ختم کر دیا ہے۔ مسلمان کہتے ہیں کہ خدا ہے، ہر جگہ ہے، نظر نہیں آتا اور وہی سب کچھ کرتا ہے، مسلمانوں کا تصورِ خدا یہ ہے۔ تیسرا نظریہ اصل میں اہلِ کتاب کا ہے، اہلِ کتاب چونکہ بگڑ گئے، ان کے نظریات، کتابیں اور عقائد ختم ہو گئے، ان میں شرک آ گیا تو اہلِ کتاب بھی اکثر مشرک ہو گئے ہیں، تو تیسرا عقیدہ اہلِ کتاب اور مشرکین کا ہے، ان کے ہاں خدا کا تصور ہے، لیکن مسلمانوں کی طرح نہیں ہے، وہ خدا کو ماوشما کی طرح کوئی چیز سمجھتے ہیں، اب تصورِ خدا درست کون سا تسلیم ہوگا کہ خدا کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود فرمایا، جو اس کے تمام انبیاء نے تشریحات کر دیں، تصورِ خدا وہی منظور ہوگا، یہ اصولی بات ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب اس دنیا کو بنایا، سب سے پہلے حضرت آدمؑ کو پیدا فرمایا، پھر ان کی اولاد در اولاد

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہوئی، آدمؑ نے ایک ہزار سال عمر پائی، جب ان کی وفات ہوئی تو ان کی اولاد در اولاد میں چالیس ہزار لوگ تھے، ان کی اولاد میں انبیاء بھی آئے، سلسلہ چلتا رہا، آدمؑ کے بعد شیثؑ اور ان کی اولاد در اولاد میں اللہ کا تصور صحیح رہا، یہاں تک کہ حضرت نوحؑ کا زمانہ آیا، جن کو بشرِ ثانی کہتے ہیں، طوفانِ نوح کی وجہ سے دنیا کا آغاز دوبارہ انہی سے ہوا، چنانچہ حضرت نوحؑ کے زمانے سے شرک کا آغاز ہو گیا، ان کی قوم نے شرک شروع کر دیا، ان سے پہلے خدا کا تصور ٹھیک تھا، حضرت نوحؑ کی قوم نے اپنی ہی قوم کے جو بڑے تھے، بزرگ تھے، انبیاء تھے یا کچھ اللہ والے تھے، ان کو خدا ماننا شروع کر دیا، یہاں سے دنیا میں تصورِ خدا غلط ہوا اور لوگ رانگ سائٹ پر چلنا شروع ہوئے، حضور نبی اکرمؐ نے فرمایا بخاری شریف میں موجود ہے کہ شرک کا آغاز حضرت نوحؑ کے دور سے ہوا، حضرت نوحؑ رسولوں میں سے پہلے رسول ہیں، ان سے پہلے انبیاء تھے، رسول اس کو کہتے ہیں جس کو کوئی کتاب یا صحیفہ وغیرہ ملتا ہے۔

جب ان کی قوم میں شرک کا آغاز ہوا تو ان کے ہاں خدا کا تصور یہ بن گیا کہ وہ اپنے جیسے لوگوں کو خدا ماننے لگے، قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کا بڑا کھل کے رد فرمایا، میں یہی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ تصورِ خدا جہاں غلط ہوگا، وہاں دوسروں کے خدا یا بھگوان کو ہم اپنے خدا کی طرح تسلیم نہیں کر سکتے، وہاں فرق کرنا پڑے گا، قرآن کریم نے کھل کر اس کی تردید کی ہے، فرمایا وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا۔ (نوح ۔۲۳) ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر، یہ خدا کے مقابلے میں قومِ نوح نے خدا بنائے ہوئے تھے، اللہ نے اس کی تردید فرمائی، کیونکہ وہ تو انسان تھے، لہٰذا تصور خدا کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ خدا کے مقابلے میں خدا کی پیدا کی ہوئی مخلوق کو خدا مان لیا جائے، یہ تصورِ خدا درست نہیں ہے۔

پھر آگے حضرت نوحؑ کے بعد جتنے بھی انبیاء آئے ان کی اقوام میں شرک رہا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کی بڑی تردید کی ہے، جتنی تردید اللہ تبارک وتعالیٰ نے شرک کی کی ہے اتنی کسی اور چیز کی نہیں کی، شرک ایسی چیز ہے جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ معاف نہیں کرتا، اس نے کہا ہے کہ شرک کے علاوہ سب گناہ معاف کر دوں گا لیکن شرک کو نہیں معاف کروں گا، یہ وہ خدا فرما رہا ہے جو بڑا رحیم وکریم ہے، لہٰذا اس معاملے کی نوعیت ونزاکت کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ حضرت نوحؑ کے بعد جتنے بھی انبیاء آئے، میں اگر قرآن کریم سے ان انبیاء کا بیان شروع کر دوں اور ساری قوموں کے بارے میں جنہوں نے شرک کیا گفتگو کروں تو وہ ایک طویل بحث ہوگی، سردست میں صرف اہلِ کتاب اور بڑے انبیاء کے حوالے سے عرض کر رہا ہوں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مختلف اقوام کا تصورِ خدا

حضرت ابراہیمؑ ایسے نبی اور رسول ہیں کہ ان کو تمام اقوام اپنا بڑا مانتی ہیں، مسلمان، یہودی، عیسائی اور دیگر بہت سی اقوام بھی ان کو اپنا بڑا تسلیم کرتی ہیں۔ ان کے زمانے میں بھی تصورِ خدا غلط تھا، حضرت ابراہیمؑ تن تنہا تھے جو صحیح تصورِ خدا پیش کر رہے تھے، ان کی بیوی، بھتیجا اور چند لوگ ہی ان کے حامی ہوئے، باقی پوری قوم بھٹکی ہوئی تھی، ان کا باپ آزر بت بناتا تھا اور بت فروش تھا، ان کے زمانے میں اور بھی تصورِ خدا موجود تھے، کوئی ستاروں کی پوجا کر رہا ہے، کوئی چاند کی، کوئی سورج کی، انہی کے زمانے کے قریب قریب آگ کی پوجا بھی لوگ کر رہے تھے، ہر وہ چیز جس کو خدا نے بنایا ہے اس کی پوجا کرتے تھے، تصورِ خدا ان کا سراسر غلط تھا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی بھی قرآن کریم میں تردید کی ہے، جب میں نے ستاروں کو دیکھا تو میں نے سمجھا کہ یہ میرا رب ہے، یہ سمجھایا جا رہا ہے، چاند کو دیکھا، سورج کو دیکھا، نہیں یہ نہیں ہوسکتا، جو چڑھتا بھی ہے، غروب بھی ہوتا ہے، جس کو کسوف اور خسوف بھی لگتا ہے، یہ تو زوال والی چیزیں ہیں، انہوں نے کہا کہ میرا رب تو وہ ہے، انہوں نے شرک کی تردید کی ہے، غلط تصورِ خدا کی وجہ سے باپ تک کے ساتھ مقابلہ کیا، باپ کہتا تھا جو بت میں بناتا ہوں وہی خدا ہیں۔

آج کل جو بھگوان کو خدا کہتے ہیں ان کا بھی بالکل یہی تصور ہے جو حضرت ابراہیمؑ کے والد کا تھا، ہندوؤں اور ان جیسی سوچ والوں کی عقلوں پر پردہ پڑ گیا ہے، یہ خدا کی اس قدر توہین ہے کہ اس سے بڑی توہین کوئی نہیں ہے کہ اپنے خدا کو جس کو یہ خدا تسلیم کرتے ہیں دس دس روپے میں مارکیٹ میں بیچ رہے ہیں۔ یہ فلاں چیز کا بھگوان ہے، یہ فلاں چیز کی دیوی ہے، یہ خدا کی عزت؟ دس روپے؟ خود ہی بنایا خود ہی اپنے ہاتھ سے توڑ دیا۔ اس وجہ سے تصورِ خدا جب تک صحیح نہیں ہوگا تب تک اعمال ٹھکانے نہیں لگیں گے۔

پھر آگے چلتے چلتے اہلِ کتاب نے تصورِ خدا اور مانا ہے، قرآن کریم نے اس کی صراحت کی ہے، وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ نِ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصَارٰى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ۔ (التوبۃ۔۳۰) یہودیوں نے کہا عزیرؑ اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائیوں نے کہا عیسیٰؑ اللہ کے بیٹے ہیں، ان کا تصورِ خدا یہ ہوگیا، خدا بمقابلہ انسان نسل در نسل، اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہت تردید فرمائی، سورۃ اخلاص تو ہر مسلمان مرد اور عورت کو یاد ہے، صرف حاکموں کو ہی یاد نہیں ہوتی، اگر یاد ہو، اس کا ترجمہ ومفہوم صحیح آتا ہو تو تصورِ خدا صحیح ہوجاتا ہے، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ آپ کہہ دیجیے اللہ ایک ہے، اَللّٰهُ الصَّمَدُ اللہ بے نیاز ہے، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کُفُوًا اَحَدٌ اور اس کا کوئی ہمسر، شریک اور برابر نہیں ہے۔

یہ صحیح تصورِ خدا ہے، جو ہر بچے اور بچی کو یاد کرانا چاہئے، اس حوالے سے مسلمانوں میں بہت کوتاہی ہے، مسلمانوں کے بچے جب چھوٹے ہوتے ہیں، چلنا پھرنا شروع کرتے ہیں تو ان کو گانے سنائے اور سکھائے جاتے ہیں، پہلے زمانے میں حضور نبی اکرمؐ کے ہاں بچوں کو برکت، دعا اور سر پر ہاتھ پھروانے کیلئے لایا جاتا تھا، اس وقت بچوں کا تصورِ خدا اور بنایا جاتا تھا، اُن کو کلمہ سکھایا جاتا تھا۔ بچہ بچی جب بولنا شروع کرے تو اس کو سب سے پہلے اللہ کا نام سکھاؤ، پھر جب اس کو تھوڑا شعور آئے تو اس کو بتاؤ کہ ہمارا خدا وہ ہے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے، جو ہمارا مالک ہے، جو ہمیں سب کچھ دیتا ہے، ہم نے ایک دن اس کے سامنے حاضر ہونا ہے، بچوں کو جب بچپن میں یہ تصور دیا جائے گا تو بڑے ہو کر ان کا یہ تصور پختہ ہوگا، اگر بچپن میں نہ دیا جائے تو آدمی وزیرِ اعظم بھی بن جائے تو تصورِ خدا غلط ہی رہتا ہے، وہ خدا اور بھگوان میں فرق نہیں کر سکتا۔ خدا اور بھگوان میں فرق ہے، ان کو ایک کرکے خدا کی توہین کرنے والی بات ہے۔

الغرض! عیسائیوں اور یہودیوں نے خدا کے مقابلے میں انسانوں کو کھڑا کر دیا، اللہ نے تردید کر دی، اس کے بعد حضور نبی اکرمؐ آ گئے، جو سب سے آخری نبی ہیں، یہ بھی عقیدے کی بات ہے، سب بچے اور بچیوں کو بتانا چاہئے، آج کل یہ بہت بڑا فتنہ ہے، ہر جگہ میں لوگ نبوت کے دعوے کر رہے ہیں، بچوں اور بچیوں کے ذہن میں یہ بات ڈالنی چاہئے کہ حضور نبی اکرمؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، آپ آخری نبی ہیں، قرآن کریم آخری کتاب ہے اور یہ آخری امت ہے، بچوں اور بچیوں کے ذہن میں یہ باتیں ڈالی جائیں تو وہ شعور کے زمانہ میں جا کر پختہ ہو جاتی ہیں، پھر وہ اس پر غور و فکر کرتے ہیں، لیکن اگر ہم بچوں کے ذہنوں میں گانے اور فلموں کے ڈائیلاگ ڈالیں گے، انہیں ناولوں کے رسیا بنائیں گے تو بڑے ہو کر وہ اسی قسم کے بنیں گے، وہ بھگوان اور خدا میں فرق نہیں کر سکیں گے۔

یہ بات بھی عرض کر دوں کہ عرب کی سرزمین میں پہلے شرک نہیں تھا، حضور نبی اکرمؐ کی ولادت اور بعثت سے تقریباً اڑھائی سو سال یا پانچ سو سال پہلے ایک شخص تھا عمرو بن لُحی، وہ شرک کو یہاں لایا، اس سے پہلے وہاں شرک نہیں ہوتا تھا، پھر ایسا داخل ہوا کہ آپ سنتے رہتے ہیں کہ ان مشرکین مکہ نے بیت اللہ شریف میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے، ہر روز کیلئے ایک علیحدہ بُت، صفا و مروہ پر بُت، بہت سے مقامات پر جو میقات ہیں ان جگہوں پر بُت اور ہر جگہ بت ہی بت رکھ چھوڑے تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی کیسے تردید فرمائی، سن ۸ ہجری میں مکہ فتح ہوتا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے، جناب رسول اللہؐ بیت اللہ میں داخل ہوتے ہیں اور تین سو ساٹھ بتوں کو اپنی لاٹھی کے ساتھ گرا کر ختم کر دیتے ہیں اور حجۃ الوداع سن دس ہجری میں آپؐ ڈیڑھ لاکھ صحابہ اور صحابیات کے ساتھ یہ اعلان کر دیتے ہیں کہ آئندہ یہاں مکہ میں کوئی مشرک داخل نہیں ہوگا، یہ اس وقت سے خصوصیت چلی آ رہی ہے، اب آپ مکہ میں جائیں گے تو مکہ شہر میں داخل ہوتے ہوئے وہاں بورڈ لگا ہوا ہے کہ یہاں کوئی کافر داخل نہیں ہو سکتا، اس پر بھی کافروں کو بہت ٹینشن ہے، سعودی عرب پر کتنا دباؤ ہے، یہ باتیں آپ حضرات نہیں جانتے، بہت دفعہ اس پر بات ہوئی، وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لوگ مکہ میں جانا چاہتے ہیں، تاہم ابھی تک سعودیہ کے بادشاہ اس بات پر ڈٹے ہوئے ہیں، چاہے وہ کیسے ہیں، انہوں نے مکہ شہر کے باہر ہر زبان میں بورڈ لگائے ہوئے ہیں، عربی، انگلش اور اردو وغیرہ میں کہ یہاں کافر داخل نہیں ہو سکتے، کیوں؟ کیونکہ ان کا تصورِ خدا غلط ہے۔

میں یہی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ تصورِ خدا جب غلط ہوتا ہے تو عمل کو ضائع کرنے والی یہ سب سے بڑی بات ہے۔ انسان کا تصور یہ ہو کہ خدا بت ہے، خدا انسان ہے، خدا نبی ہے، خدا جن، ہے خدا فرشتہ ہے، خدا قبر والا ہے، خدا پیر ہے، خدا عیسیٰ ہیں، خدا عزیر ہیں، یہ سب غلط تصور خدا ہیں، آپ جانتے ہیں کہ اہلِ کتاب اپنے انبیاء کے دور میں صحیح بھی رہے ہیں، جو انبیاء کی صحیح تعلیمات کو مانتے تھے، جبکہ انہی کے دور میں ایسے بھی رہے ہیں جنہوں نے اپنے انبیاء کی مخالفت کی، ان کو قتل تک کیا۔

جن اہلِ کتاب کا تصورِ خدا صحیح نہیں رہا، چاہے وہ اپنے زمانے میں گزرے ہیں یا بعد میں، تصورِ خدا صحیح نہ ہونے کی وجہ سے ہر زمانے میں ان کے اعمال برباد ہوئے ہیں، وہ ہم سے زیادہ روزے رکھتے رہے ہیں، چالیس چالیس پچاس پچاس، ہمارے تو انتیس تیس روزے ہیں جو مسلمان نہیں رکھتے، اہل کتاب میں سے بعض اب بھی چالیس پچاس روزے رکھتے ہیں، لیکن ان کا کیا فائدہ؟ جب تصورِ خدا صحیح نہیں ہے تو یہ صرف مشقت ہے، اسی وجہ سے اہلِ اسلام کیلئے یہ بات سمجھنے کی ہے کہ وہ اپنا تصورِ خدا صحیح کریں، اگر تصورِ خدا صحیح ہوگا تو ان کے اعمال ٹھکانے لگیں گے، وگرنہ یاد رکھیں کہ خدا کا تصور صحیح نہ ہو تو ہماری پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ سال کی نمازیں اور عبادتیں کسی کھاتے میں نہیں ہیں، ہمیں تو خدا کا ہی نہیں پتہ کہ ہمارا خدا کون سا ہے، ہمارا خدا بھی انسانوں اور بتوں کی طرح ہے یا کوئی اور ہے۔

[۲] بدعملی

ایک بات تو میں نے یہ بتائی کہ عمل غلط تصور خدا سے غارت جاتا ہے اور دوسری بات یہ کہ عمل، غلط عمل کرنے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کی وجہ سے بھی ضائع جاتا ہے۔ حضور نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ انسان ساٹھ سال اللہ کی عبادت کرتا ہے، جب موت کا وقت آتا ہے تو اپنی وراثت کے بارے میں غلط فیصلہ کرلیتا ہے، تمام حدیث کی کتابوں میں وراثت کے باب میں یہ حدیث مبارکہ موجود ہے، وہ اپنی اولاد میں وراثت صحیح تقسیم نہیں کرتا، جناب رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اس کی ساٹھ سال کی عبادت غارت چلی جاتی ہے، لہٰذا اپنے اعمال کو بچانے کی کوشش کریں۔

حدیث کی کتابوں میں یہ مثال بھی موجود ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث میں آتا ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ جس نے شراب پی، جسے آج کل ہم عام بوتل کی طرح استعمال کرتے ہیں، فرمایا جس نے شراب پی لَمْ تُقْبَلْ لَہٗ صَلَاۃٌ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں کرتا۔ مسلمان ذرا تصور کریں، شراب ایک دفعہ پینے کی وجہ سے چالیس دن کی نماز اللہ قبول نہیں کرتا، یعنی شراب پی کر چالیس دن تک جو نمازیں پڑھتا رہا، ٹکریں مارتا رہا، وضو کرتا رہا، غسل کرتا رہا، چل کر جامع مسجد جاتا رہا، سب کچھ ضائع ہوگیا، مفتی صاحب تو فتویٰ دیں گے کہ بظاہر اس نے نماز پڑھی ہے، ہوگئی ہے، لیکن حضورؐ فرماتے ہیں اللہ کے ہاں اس کے یہ سارے اعمال غارت گئے۔

اور بہت سی وجوہات ہیں، تاہم دو بنیادی سبب ہیں، تصورِ خدا کا غلط ہونا اور بدعملی، یہ دو اسباب اعمال کو غارت کر کے رکھ دیتے ہیں، لہٰذا اپنے اعمال بھی صحیح کرو اور اپنے گھر والوں کے بھی صحیح کرو، اپنے بچوں اور بچیوں کا تصورِ خدا درست کرو، وگرنہ کل کو بڑے ہو کر ان کا تصورِ خدا صحیح نہیں رہے گا، وہ راستے سے بھٹک جائیں گے، وہ شرک، کفر، نفاق اور بدعملی کی طرف چلے جائیں گے، اس کا سارا وبال والدین پر پڑے گا۔ حضور نبی اکرمؐ نے فرمایا جب آدمی مرجاتا ہے تو جو چیزیں اس کو فائدہ مند ہوتی ہیں ان میں نیک اولاد بھی ہے، نیک اولاد کیوں فائدہ مند ہوتی ہے؟ اسی وجہ سے کہ جب اس کا تصورِ خدا بعد میں صحیح ہوگا، والدین کے مرنے کے بعد وہ نیک اعمال انجام دیں گے تو ماں باپ کو تربیت کا اجر وثواب ملتا رہے گا، اگر والدین ہی تربیت غلط کر کے جائیں گے، گانوں، ناولوں، شراب نوشی اور بدکاری کی طرف خود بھی لگیں گے ان کو بھی لگائیں گے تو کل کو بچے اِن کے پیچھے جو گل کھلائیں گے، اس کا حساب وہاں فرشتے ان سے لیں گے۔

دعا کریں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں تصورِ خدا صحیح کرنے اپنے اعمال کو صحیح کرنے اور ان کو بچانے کی توفیق نصیب فرمائے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ایک اہم دینی مسئلہ

[س] اسلام میں تصوف اور پیری مریدی کی کیا حقیقت ہے، اسلام سے اس کا کیا تعلق ہے؟

[ج] بھئی! مختصر بات کرتا ہوں، صحیح تصوف اور صحیح پیری مریدی اسلام میں موجود ہے، قرآن جس نے نہیں پڑھا اس کو سمجھ نہیں آتی، میں یہی کہتا ہوں کہ قرآن پڑھا کریں، حضور نبی اکرمؐ نے مردوں کو تو کجا عورتوں کو بھی بیعت کیا ہے، یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ۔ (الممتحنۃ۔۱۲) اے نبی جب تیرے پاس عورتیں بیعت کرنے کیلئے آئیں تو ان کو ان باتوں پر بیعت کرنا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، چوری نہ کریں، زنا نہ کریں وغیرہ۔ اس وجہ سے پیر صحیح تلاش کرنا چاہئے۔ ہمارے ایک بزرگ کہا کرتے تھے کہ پیر ہونا چاہئے پیڑ نہیں ہونا چاہئے۔ آج کل پیڑ زیادہ ہیں۔ تصوف اسلام میں بڑی اہم چیز ہے، تصوف کا مطلب لوگ غلط لیتے ہیں۔ آج کل صوفیاء ان کو سمجھا جاتا ہے جو دھمال ڈالتے ہیں، یہ تصوف نہیں ہے، تصوف کا صحیح مطلب یہ ہے کہ انسان میں اصلاحِ عقیدہ کے ساتھ اعمال کو صحیح طریقے سے ادا کرنے کی پریکٹس ہو جائے، تصوف صحیح طور پر پریکٹس کو کہتے ہیں۔ میں کسی وقت اس پر تفصیل سے بات کروں گا، انشاء اللہ۔ حدیث جبرائیلؑ میں ہے، حضور نبی اکرمؐ کے پاس جب حضرت جبرائیلؑ آئے، بخاری شریف میں موجود ہے، انہوں نے آکر پوچھا تھا مَا الْاِحْسَانُ، احسان کیا ہے؟ حضور نبی اکرمؐ نے جواب میں فرمایا ہے اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ یَرَاكَ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا تو خدا کو دیکھ رہا ہے، اگر یہ کیفیت نہیں پیدا ہوتی تو یہ ہونی چاہئے کہ خدا تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس کو کہتے ہیں تصوف، صحیح پیر انسان کو اس راستے پر لگاتا ہے کہ نماز تو تم نے پڑھنی ہی ہے لیکن یہ کیفیت پیدا کرو۔ اس کو کہتے ہیں صحیح تصوف۔ ایک گندی مچھلی پورے تالاب کو گندا کرتی ہے، ان غلط کار لوگوں نے صحیح لوگوں کو بھی ساتھ بدنام کر دیا ہے، دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سب کو ہدایت نصیب فرمائے۔

دعائیہ کلمات

یہ صاحب کہہ رہے ہیں کہ میری بھانجی میو ہسپتال میں داخل ہے، دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ صحت و تندرستی عطا فرمائیں۔ مولانا نذیر الرحمٰن صاحب ہمارے اسی مدرسہ کے فاضل ہیں، یہاں استاذ بھی رہے ہیں، ان کو دماغ کا فالج ہوا ہے، فاضل ہسپتال میں داخل ہیں، دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ صحت کاملہ و عاجلہ نصیب فرمائے۔ دو دن پہلے ہمارے لائبریرین مولانا عنایت اللہ چترالی کی بچی ہوئی ہے، نومولودہ فوت ہو گئی ہے، دعا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ والدین کو صبر نصیب فرمائے، بچی کو ان کیلئے ذخیرہ آخرت بنائے اور نعم البدل نصیب فرمائے۔ ہمارے عبدالرؤف صاحب خادم مسجد کی ساس جو ان کی مامی بھی لگتی تھیں، وہ بھی پچھلے ہفتے میں وفات پا گئی ہیں، عمر رسیدہ اور نیک خاتون تھیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو بھی جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔ شیخ اعجاز صاحب کی صحت کیلئے بھی دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو بھی صحت کاملہ وعاجلہ نصیب فرمائے۔

جتنے بھی بیمار ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ سب کو صحت کاملہ نصیب فرمائے، جو پریشان حال ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ سب کی پریشانیوں کو دور فرمائے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو دینِ حق کی صحیح سمجھ نصیب فرمائے، اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَن لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

(تاریخ خطبہ جمعۃ المبارک: ۱۷، مارچ ۲۰۱۷ء)

وفیات: گزشتہ دو ماہ میں مندرجہ ذیل خواتین وحضرات وفات پا گئے ہیں۔ (۱) مولانا قاری سعید احمد فاضل و مدرس شعبہ تجوید وقراءت سبعہ جامعہ نصرۃ العلوم کے ماموں وزیرآباد میں۔ (۲) جامعہ نصرۃ العلوم کے فاضل مولانا عبدالغفار نارووال میں۔ (۳) جامعہ نصرۃ العلوم کے فاضل مولانا صابر شاہ کرک میں۔ (۴) حافظ عمر کے والد اقبال خان گیس سلنڈر والے گوجرانوالہ میں۔ (۵) حضرت مولانا علامہ محمد احمد لدھیانویؒ کے بیٹے میاں الطاف الرحمٰن ایڈوکیٹ ہائی کورٹ گوجرانوالہ میں۔ (۶) عبدالستار پراچہ صاحب کے بیٹے گوجرانوالہ میں۔ (۷) حکیم محمد داؤد فتح گڑھیؒ کی اہلیہ اور حکیم محمد ضیاء اللہ کی والدہ ماجدہ گوجرانوالہ میں۔ (۸) جامعہ نصرۃ العلوم شعبہ تعلیم النسواں مڈل کی ایک قدیم معلّمہ محترمہ امتل صاحبہ گوجرانوالہ میں۔ (۹) عبدالمجید پراچہ مرحوم کی اہلیہ اور خرم شہزاد پراچہ کی والدہ ماجدہ گوجرانوالہ میں۔ (۱۰) مولانا عنایت اللہ چترالی انچارج لائبریری جامعہ نصرۃ العلوم کی خالہ محترمہ چترال میں۔

قارئین ان تمام وفات پاجانے والے خواتین وحضرات کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ کریم ان کی غلطیوں، کوتاہیوں اور لغزشوں کو درگزر فرمائے اور جنت میں الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے، آمین (فیاض)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، کراچی
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

دنیا کے اس پار

مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ اس سوال کا قطعی اور یقینی جواب صرف قرآن کریم اور متواتر احادیث ہی سے معلوم ہوسکتا ہے آج کوئی بھی شخص اپنے مشاہدے کی بنیاد پر اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا، اس لئے کہ جو شخص واقعۃً موت سے ہمکنار ہوجاتا ہے وہ پلٹ کر یہاں نہیں آتا۔

کاں را کہ خبرشد، خبرش باز نیامد

لیکن چند سال پہلے ایک کتاب میرے مطالعے میں آئی جس میں کچھ ایسے لوگوں کے دلچسپ تجربات و مشاہدات جمع کئے گئے ہیں جو موت کی دہلیز تک پہنچ کر واپس آگئے، اور انہوں نے تفصیل سے بتایا کہ انہوں نے موت کے دروازے پر پہنچ کر کیا دیکھا؟ کتاب کا نام Life after Life (زندگی کے بعد زندگی) اور یہ ایک امریکی ڈاکٹر ریمنڈ اے مودی (Raymond A. Moodi) کی لکھی ہوئی ہے، ڈاکٹر مودی اصلاً فلسفے کے پی ایچ ڈی ہیں پھر انہوں نے میڈیکل سائنس کے مختلف شعبوں میں کام کیا ہے، بالخصوص نفسیات اور فلسفۂ ادویہ سے انہیں خصوصی شغف ہے، ان صاحب کو سب سے پہلے ایک ماہر نفسیات ڈاکٹر جارج رچی کے بارے میں یہ معلوم ہوا تھا کہ ڈبل نمونیا کے دوران ایک مرحلے پر وہ موت کے بالکل قریب پہنچ گئے، اور پھر ڈاکٹروں نے مصنوعی تنفس وغیرہ کے آخری طریقہ (Resuscitation) استعمال کئے، جس کے بعد وہ واپس آئے، اور صحتمند ہوگئے، صحت مند ہونے کے بعد انہوں نے بتایا کہ جب انہیں مردہ سمجھ لیا گیا تھا، اس وقت انہوں نے کچھ عجیب وغریب مناظر کا مشاہدہ کیا، ڈاکٹر مودی کو اس قسم کے چند مزید واقعات علم میں آئے، تو انہوں نے اہمیت کے ساتھ ایسے لوگوں کی جستجو اور ان سے ملاقاتیں شروع کیں، یہاں تک کہ تقریباً ڈیڑھ سو افراد سے انٹرویو کے بعد انہوں نے یہ کتاب لکھی، یہ کتاب جب شائع ہوئی تو اسکی تیس لاکھ کاپیاں ایک ہی سال میں فروخت ہوگئیں، ڈاکٹر مودی نے اس کے بعد بھی اس مسئلے کی مزید تفتیش جاری رکھی، اور اسکے بعد اس موضوع پر مزید کئی کتابیں لکھیں، ان میں سے تین کتابیں میں تین

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

چار سال پہلے امریکہ سے خرید لایا تھا، انکے نام یہ ہیں:

1. Life After Life

2. The Light Beyond

3. Reflections on Life After Life

اور جو کچھ میں آگے بیان کر رہا ہوں، وہ ان تینوں کتابوں سے مأخوذ ہے، ان تینوں کتابوں میں صرف ان لوگوں کے حالات بیان کئے گئے ہیں جنہیں بیماری کی انتہائی شدت میں مردہ (Clinically dead) قرار دے دیا گیا، لیکن ایسی حالت میں آخری چارہ کار کے طور پر ڈاکٹر صاحبان دل کی مالش اور مصنوعی تنفس دلانے کی جو کوششیں کرتے ہیں، وہ ان پر کامیابی سے آزمائی گئیں، اور وہ واپس ہوش میں آگئے، ڈاکٹر مودی کا کہنا ہے کہ جن لوگوں سے انہوں نے انٹرویو کیا وہ مختلف مذاہب سے تعلق رکھتے تھے، اور مختلف جگہوں کے باشندے تھے، ان میں سے ہر ایک نے اپنی نظر آنے والی کیفیت کو اپنے اپنے طریق پر بیان کیا، کسی نے کوئی بات زیادہ کہی، کسی نے کوئی بات کم بتائی، لیکن بحیثیت مجموعی جو مشترک باتیں (Common Elements) ان میں سے تقریباً ہر شخص کے بیان میں موجود تھیں ان کا خلاصہ یہ ہے:

''ایک شخص مرنے کے قریب ہے، اسکی جسمانی حالت ایسی حد پر پہنچ جاتی ہے کہ وہ خود سنتا ہے کہ اس کے ڈاکٹر نے اس کے مردہ ہونے کا اعلان کر دیا، اچانک اسے ایک تکلیف دہ سا شور سنائی دیتا ہے، اور اس کے ساتھ ہی اسے یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ انتہائی تیز رفتاری سے ایک طویل اور اندھیری سرنگ میں جا رہا ہے، اسکے بعد اچانک وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ اپنے جسم سے باہر آگیا ہے، وہ اپنے ہی جسم کو فاصلے سے ایک تماشائی بن کر دیکھتا ہے، اسے نظر آتا ہے کہ وہ خود کسی نمایاں جگہ پر کھڑا ہے، اور اس کا جسم جوں کا توں چارپائی پر ہے، اور اسکے ڈاکٹر جسم پر جھکے ہوئے اس کے دل کی مالش کر رہے ہیں، یا مصنوعی تنفس دینے کی کوشش میں مصروف ہیں۔

تھوڑی دیر میں وہ اپنے حواس بجا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس نئی حالت میں بھی اس کا ایک جسم ہے، لیکن وہ جسم اس جسم سے بالکل مختلف ہے، جو وہ چھوڑ آیا ہے، اسکی کیفیات بھی مختلف ہیں، اور اس کو حاصل قوتیں بھی کچھ اور طرح کی ہیں، اسی حالت میں کچھ دیر بعد اسے اپنے وہ عزیز اور دوست نظر آتے ہیں جو مر چکے تھے، اور پھر اسے ایک نورانی وجود (Being of light) نظر آتا ہے، جو اس سے یہ کہتا ہے کہ تم اپنی زندگی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کا جائزہ لو، اس کا یہ کہنا ماوراء الفاظ (Nonverbal) ہوتا ہے، اور پھر وہ خود اس کے سامنے تیزی سے اس کی زندگی کے تمام اہم واقعات لا کر ان کا نظارہ کراتا ہے، ایک مرحلے پر اسے اپنے سامنے کوئی رکاوٹ نظر آتی ہے، جس کے بارے میں وہ سمجھتا ہے کہ یہ دنیوی زندگی اور موت کے بعد کی زندگی کے درمیان ایک سرحد ہے، اس سرحد کے قریب پہنچ کر اسے پتہ چلتا ہے کہ اسے اب واپس جانا ہے، ابھی اسکی موت کا وقت نہیں آیا، اس کے بعد کسی انجانے طریقے پر وہ واپس اپنے اسی جسم میں لوٹ آتا ہے، جو وہ چارپائی پر چھوڑ کر گیا تھا۔

صحت مند ہونے کے بعد وہ اپنی یہ کیفیت دوسروں کو بتانا چاہتا ہے، لیکن اول تو اس کیفیت کو بیان کرنے کے لئے اسے تمام انسانی الفاظ ناکافی معلوم ہوتے ہے، دوسرے اگر وہ لوگوں کو یہ باتیں بتائے بھی تو وہ مذاق کرنے لگتے ہیں، لہٰذا وہ خاموش رہتا ہے۔''

ڈاکٹر مودی نے ڈیڑھ سو افراد کے انٹرویو کا یہ خلاصہ بیان کرتے ہوئے ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کی ہے کہ میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ ڈیڑھ سو افراد میں سے ہر شخص نے یہ پوری کہانی اسی ترتیب کے ساتھ بیان کی، بلکہ ان کا کہنا یہ ہے کہ کسی نے یہ پوری کہانی بیان کی، کسی نے اس کے کچھ حصے بتائے، کچھ چھوڑ دیئے، کسی کی ترتیب کچھ تھی، کسی کی کچھ اور، بلکہ اس بات کو بیان کرنے کے لئے اکثر افراد نے مختلف الفاظ اور مختلف تعبیرات اختیار کیں، اور یہ بات تقریباً ہر شخص نے کہی کہ جو کچھ ہم نے دیکھا ہے، اسے لفظوں میں تعبیر کرنا ہمارے لئے سخت مشکل ہے، ایک خاتون نے اپنی اسی مشکل کو قدرے فلسفیانہ زبان میں اس طرح تعبیر کیا:

''میں جب آپ کو یہ سب کچھ بتانا چاہتی ہوں تو میرا ایک حقیقی مسئلہ یہ ہے کہ جتنے الفاظ مجھے معلوم ہیں، وہ سب سہ ابعادی (Three- dimensional) ہیں، (یعنی طول، عرض، عمق کے تصورات میں مقید ہیں) میں نے اب تک جیومیٹری میں یہی پڑھا تھا کہ دنیا میں صرف تین بعد ہیں، لیکن جو کچھ میں نے (مردہ قرار دیئے جانے کے بعد) دیکھا اس سے پتہ چلا کہ یہاں تین سے زیادہ ابعاد ہے، اس لئے اس کیفیت کو ٹھیک ٹھیک بتانا میرے لئے بہت مشکل ہے، کیونکہ مجھے اپنے ان مشاہدات کو سہ ابعادی الفاظ میں بیان کرنا پڑ رہا ہے۔''

بہرکیف! ان مختلف افراد نے جو کیفیات بیان کی ہے، ان میں سے چند بطور خاص اہمیت رکھتی ہیں، ایک تاریک سرنگ، دوسرے جسم سے علیحدگی، تیسرے مرے ہوئے رشتہ داروں اور دوستوں کو دیکھنا، چوتھے ایک نورانی وجود، پانچویں اپنی زندگی کے گذرے ہوئے واقعات کا نظارہ، ان تمام باتوں کی جو تفصیل مختلف افراد نے بیان کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے، اس کے چند اقتباسات دلچسپی کا باعث ہوں گے:

تاریک سرنگ سے گذرنے کے تجربے کو کسی نے یوں تعبیر کیا ہے کہ میں ایک تاریک خلا میں تیر رہا تھا، کسی نے کہا ہے کہ یہ ایک گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا، اور میں اس میں نیچے بیٹھتا جا رہا تھا، کسی نے اسے ایک کنویں سے تعبیر کیا ہے، کسی نے اسے اندھیرے غار کا نام دیا ہے، کسی نے کہا ہے کہ وہ ایک تاریک وادی تھی، کوئی کہتا ہے کہ میں اندھیرے میں اوپر اٹھتا چلا گیا، مگر یہ بات سب نے کہی ہے کہ یہ الفاظ اس کیفیت کو بیان کرنے کے لئے ناکافی ہیں۔

جس مشاہدے کو تمام افراد نے بڑی حیرت کے ساتھ بیان کیا، وہ یہ تھا کہ وہ اپنے جسم سے الگ ہو گئے، ایک خاتون جو دل کے دورے کی وجہ سے ہسپتال میں داخل تھیں، بیان کرتی ہیں کہ اچانک مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرا دل دھڑکنا بند ہو گیا، اور میں اپنے جسم سے پھسل کر باہر نکل رہی ہوں، پہلے میں فرش پر پہنچی، پھر آہستہ آہستہ اوپر اٹھنے لگی، یہاں تک کہ میں ایک کاغذ کے پرزے کی طرح اڑتی ہوئی چھت سے جا لگی، وہاں سے میں صاف دیکھ رہی تھی کہ میرا جسم نیچے بستر پر پڑا ہوا ہے، اور ڈاکٹر اور نرسیں اس پر اپنی آخری تدبیریں آزما رہے ہیں، ایک نرس نے کہا، اوہ خدایا! یہ تو گئی، اور دوسری نرس نے میرے جسم کے منہ سے منہ لگا کر اسے سانس دلانے کی کوشش کی، مجھے اس نرس کی گدی پیچھے سے نظر آ رہی تھی، اور اسکے بال مجھے ابتک یاد ہیں، پھر وہ ایک مشین لائے جس نے میرے سینے کو جھٹکے دئے، اور میں اپنے جسم کو اچھلتا دیکھتی رہی۔

جسم سے باہر آنے کی اس حالت کو بعض افراد نے اس طرح تعبیر کیا ہے کہ ہم ایک نئے وجود میں آ گئے تھے جو جسم نہیں تھا، اور بعض نے کہا ہے کہ وہ بھی ایک دوسری قسم کا جسم تھا جو دوسروں کو دیکھ سکتا تھا، مگر دوسرے اسے نہیں دیکھ سکتے تھے، اس حالت میں بعض افراد نے نظر آنے والے ڈاکٹروں اور نرسوں سے بات کرنے کی بھی کوشش کی، مگر وہ ان کی آواز نہ سن سکے، یہ بات بھی بہت سے افراد نے بتائی کہ وہ ایک بے وزنی کی کیفیت تھی، اور ہم اس بے وزنی کے عالم میں نہ صرف فضا میں تیرتے رہے، بلکہ اگر ہم نے کسی چیز کو چھونے کی کوشش کی تو ہمارا وجود اس شے کے آر پار ہو گیا، بہت سوں نے یہ بھی بتایا کہ اس حالت میں وقت ساکت ہو گیا تھا، اور ہم یہ محسوس کر رہے تھے کہ ہم وقت کی قید سے آزاد ہو چکے ہیں۔

اسی حالت میں کئی افراد نے اپنے مرے ہوے عزیزوں دوستوں کو بھی دیکھا، اور کچھ لوگوں نے بتایا کہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہم نے بہت سی بھٹکتی ہوئی روحوں کا مشاہدہ کیا، یہ بھٹکتی ہوئی روحیں انسانی شکل سے ملتی جلتی تھیں، مگر انسانی صورت سے کچھ مختلف بھی تھیں، ایک صاحب نے ان کی کچھ تفصیل اس طرح بتائی:

''ان کا سر نیچے کی طرف جھکا ہوا تھا، وہ بہت غمگین اور افسردہ نظر آتے تھے، وہ سب آپس میں ایک دوسرے میں اس طرح پیوست معلوم ہوتے تھے جیسے زنجیروں میں بندھا ہوا کوئی گروہ ہو، مجھے یاد نہیں آتا کہ میں نے ان کے پاؤں بھی دیکھے ہوں، مجھے معلوم نہیں وہ کیا تھا، مگر ان کے رنگ اڑے ہوئے تھے، وہ بالکل ست تھے، اور مٹیالے نظر آتے تھے، ایسا لگتا تھا کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ گتھے ہوئے خلا میں چکر لگا رہے ہیں، اور انہیں پتہ نہیں ہے کہ انہیں کہاں جانا ہے، وہ ایک طرف کو چلنا شروع کرتے، پھر بائیں کو مڑ جاتے، چند قدم چلتے، پھر دائیں کو مڑ جاتے اور کسی بھی طرف جا کر کرتے کچھ نہ تھے، ایسا لگتا تھا کہ وہ کسی چیز کی تلاش میں ہیں، مگر کس چیز کی تلاش میں؟ مجھے معلوم نہیں، ایسا لگتا تھا کہ جیسے وہ خود اپنے بارے میں بھی کوئی علم نہیں رکھتے کہ وہ کون اور کیا ہیں؟ انکی کوئی شناخت نہیں تھی، بعض اوقات ایسا بھی محسوس ہوا کہ ان میں سے کوئی کچھ کہنا چاہتا ہے مگر کہہ نہیں سکتا۔''

(Reflections P.19)

ڈاکٹر مودی نے جتنے لوگوں کا انٹرویو کیا، ان کی اکثریت نے اپنے اس تجربے کے دوران ایک ''نورانی وجود'' (Being of Light) کا بھی ضرور ذکر کیا ہے، ان لوگوں کا بیان ہے کہ اسے دیکھ کر یہ بات تو یقینی معلوم ہوتی تھی کہ وہ کوئی وجود ہے، لیکن اسکا کوئی جسم نہیں تھا، وہ سراسر روشنی ہی تھی، ابتدا میں وہ روشنی ہلکی معلوم ہوتی، لیکن رفتہ رفتہ تیز ہوتی چلی جاتی، لیکن اپنی غیر معمولی تابانی کے باوجود اس سے آنکھیں خیرہ نہیں ہوتی تھیں، بہت سے لوگوں نے بتایا کہ اس نورانی وجود نے ان سے کہا کہ تم اپنی زندگی کا جائزہ لو، بعض نے اسکی کچھ اور باتیں بھی نقل کیں، لیکن یہ سب لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ اس نورانی وجود نے جو کچھ کہا، وہ لفظوں اور آواز کے ذریعے نہیں کہا، یعنی اس کے کوئی لفظ انہیں سنائی نہیں دیتے، بلکہ یہ بالکل نرالا انداز اظہار تھا، جس کے ذریعے اس کی باتیں خود بخود ہمارے خیالات میں منتقل ہو رہی تھیں۔

جن لوگوں نے اس بے جسمی کی حالت میں ایک نورانی وجود کو دیکھنے کا ذکر کیا ہے، ان میں سے اکثر کا کہنا یہ ہے کہ اس نورانی وجود نے ہم سے ہماری سابق زندگی کے بارے میں کچھ سوال کیا، سوال کے الفاظ مختلف لوگوں نے مختلف بیان کئے ہیں، مگر مفہوم سب کا تقریباً یہ ہے کہ تمہارے پاس اپنی سابق زندگی میں مجھے دکھانے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے لئے کیا چیز ہے؟

What do you have to show me that you have done with your life?

پھر ان لوگوں کا بیان ہے کہ اس نورانی وجود نے ہماری سابق زندگی کے واقعات ایک ایک کر کے ہمیں دکھانے شروع کئے، یہ واقعات کس طرح دکھائے گئے؟ اسکی تفصیل اور زیادہ دلچسپ ہے، لیکن وہ میں انشاء اللہ اگلے ہفتے میں بیاں کروں گا، اور اسی کے ساتھ ان واقعات کے بارے میں اپنا تبصرہ بھی۔

پچھلے ہفتے میں نے امریکہ کے ڈاکٹر ریمنڈ اے مودی کی کتابوں کے حوالے سے ان لوگوں کے کچھ تجربات ومشاہدات ذکر کئے تھے جو کسی شدید بیماری یا حادثے کے نتیجے میں موت کے دروازے تک پہنچ کر واپس آ گئے، ان میں سے بہت سے لوگوں نے یہ بتایا کہ ایک تاریک سرنگ سے گذرنے کے بعد انہیں ایک عجیب و غریب نورانی وجود نظر آیا، اس نے ہم سے ہماری پچھلی زندگی کے بارے میں سوال کیا، اور پھر اس نے پل بھر میں خود ہی ہمیں ہماری زندگی کے سارے واقعات ایک ایک کر کے دکھا دیئے، مثلاً ایک خاتون اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں:

’’جب مجھے وہ نورانی وجود نظر آیا تو اس نے سب سے پہلے مجھ سے یہ کہا کہ تمہارے پاس اپنی زندگی میں مجھے دکھانے کے لئے کیا ہے؟ اور اس سوال کے ساتھ ساتھ پچھلی زندگی کے نظارے مجھے نظر آنے شروع ہوگئے، میں سخت حیران ہوئی کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیونکہ اچانک ایسا لگا کہ میں اپنے بچپن کے بالکل ابتدائی دور میں پہنچ گئی ہوں، اور پھر میری آج تک کی زندگی کے ہر سال کا نظارہ ایک ساتھ میرے سامنے آ گیا، میں نے دیکھا کہ میں ایک چھوٹی سی لڑکی ہوں، اور اپنے گھر کے قریب ایک چشمے کے پاس کھیل رہی ہوں، اسی دور میں بہت سے واقعات جو میری بہن کے ساتھ پیش آئے تھے، مجھے نظر آئے، اپنے پڑوسیوں کے ساتھ گذرے ہوئے واقعات دیکھے، میں اپنے آپ کو کنڈر گارٹن میں نظر آئی، میں نے وہ کھلونا دیکھا جو مجھے بہت پسند تھا، میں نے اسے توڑ دیا تھا، اور دیر تک روتی رہی تھی، پھر میں گرلز اسکاؤٹس میں شامل ہوگئی، اور گرامر اسکول کے واقعات میرے سامنے آنے لگے، اسی طرح میں جونیئر ہائی اسکول سینئر ہائی اسکول اور گریجویشن کے مراحل سے گذرتی رہی، یہاں تک کہ موجودہ دور تک پہنچ گئی۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تمام واقعات میرے سامنے اسی ترتیب سے آ رہے تھے جس ترتیب سے وہ واقع ہوئے، اور یہ سب واقعات انتہائی واضح نظر آ رہے تھے، مناظر بس اس طرح تھے جیسے تم ذرا باہر نکلو اور انہیں دیکھ لو، سب واقعات مکمل طور پر سہ ابعادی (Three-dimensional) تھے، اور رنگ بھی نظر آ رہے تھے، ان میں حرکت تھی، مثلاً جب میں نے اپنے آپ کو کھلونا توڑتے دیکھا تو میں اسکی تمام حرکتیں دیکھ سکتی تھی۔

جب مجھے یہ مناظر نظر آ رہے تھے، اس وقت میں اس نورانی وجود کو دیکھ نہیں سکتی تھی، وہ یہ کہتے ہی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا کہ تم نے کیا کچھ کیا ہے؟ اسکے باوجود میرا احساس یہ تھا کہ وہ وہاں موجود ہے، اور وہی یہ مناظر دکھا رہا ہے، ایسا نہیں تھا کہ وہ خود یہ معلوم کرنا چاہتا ہو، کہ میں نے اپنی زندگی میں کیا کیا ہے؟ وہ پہلے ہی سے یہ ساری باتیں جانتا تھا، لیکن وہ یہ واقعات میرے سامنے لا کر یہ چاہتا تھا کہ میں انہیں یاد کروں۔

یہ پورا قصہ ہی بڑا عجیب تھا، میں وہاں موجود تھی، میں واقعۃً یہ سب مناظر دیکھ رہی تھی، اور یہ سارے مناظر انتہائی تیزی سے میرے سامنے آ رہے تھے، مگر تیزی کے باوجود وہ اتنے آہستہ ضرور تھے کہ میں ان کا بخوبی ادراک کر سکتی تھی، پھر بھی وقت کا دورانیہ اتنا زیادہ نہ تھا، مجھے یقین نہیں آتا، بس ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک روشنی آئی اور چلی گئی، ایسا لگتا تھا کہ یہ سب کچھ پانچ منٹ سے بھی کم میں ہو گیا، البتہ غالباً تیس سیکنڈ سے زیادہ وقت لگا ہوگا، لیکن میں آپ کو ٹھیک ٹھیک بتا ہی نہیں سکتی۔''

ایک اور صاحب نے اپنے اس مشاہدے کا ذکر اس طرح کیا: ''جب میں اس طویل اندھیری جگہ سے گذر گیا تو اس سرنگ کے آخری سرے پر میرے بچپن کے تمام خیالات، بلکہ میری پوری زندگی مجھے وہاں موجود نظر آئی جو میرے بالکل سامنے روشنی کی طرح چمک رہی تھی، یہ بالکل تصویروں کی طرح نہیں تھی، بلکہ میرا اندازہ ہے کہ وہ خیالات سے زیادہ ملتی جلتی تھی، میں اس کیفیت کو آپ کے سامنے بیان نہیں کر سکتا، مگر یہ بات طے ہے کہ میری ساری زندگی وہاں موجود تھی، وہ سب واقعات ایک ساتھ وہاں نظر آ رہے تھے، میرا مطلب ہے کہ ایسا نہیں تھا کہ ایک وقت میں ایک چیز نظر آئی، اور دوسری وقت دوسری، بلکہ ہر چیز بیک وقت نظر آ رہی تھی، میں وہ چھوٹے چھوٹے برے کام بھی دیکھ سکتا تھا جو میں نے کئے تھے، اور میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہو رہی تھی کہ کاش میں نے یہ کام نہ کئے ہوتے، اور کاش میں واپس جا کر ان کاموں کو منسوخ (Undo) کر سکتا۔''

(Life after Life P. 65-69)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جن لوگوں نے اپنے یہ مشاہدات ڈاکٹر مودی کے سامنے بیان کئے، ان میں سے بعض نے یہ بھی بتایا کہ اس مشاہدے کے آخری مرحلے پر انہوں نے کوئی ایسی چیز دیکھی جیسے کوئی رکاوٹ ہو، اور یا تو کسی نے کہا یا خود بخود ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ ابھی ان کے لئے اس رکاوٹ کو عبور کرنے کا وقت نہیں آیا، اور اسی کے معاً بعد وہ دوبارہ اپنے جسم میں واپس آ گئے، اور معمول کی دنیا کی طرف پلٹ آئے، بعض لوگوں نے بتایا کہ یہ رکاوٹ پانی کے ایک جسم کی سی تھی، کسی نے کہا کہ یہ ایک مٹیالے رنگ کی دھند تھی، کسی نے اسے دروازے سے تعبیر کیا، کسی نے کہا کہ وہ اس طرح کی ایک باڑھ تھی جو کھیت کے گرد لگا دی جاتی ہے، اور کسی نے یہ بھی کہا کہ وہ صرف ایک لکیر تھی۔

ڈاکٹر مودی کی یہ کتاب Life after Life سب سے پہلے ۱۹۷۵ء میں شائع ہوئی تھی، جس میں انہوں نے آٹھ سال تک تقریباً ڈیڑھ سو افراد سے انٹرویو کے نتائج بیان کئے تھے، ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ ابھی انکی یہ ریسرچ نہ پوری طرح سائنٹفک ثبوت کہلانے کی مستحق ہے، نہ وہ اس قسم کے واقعات کے ذمہ دارانہ اعداد و شمار دینے کی پوزیشن میں ہیں، لیکن انکی اس کتاب نے دوسرے بہت سے ڈاکٹروں کو اس موضوع کی طرف متوجہ کیا، اور ان کے بعد بہت سے لوگوں نے اس قسم کے مشاہدات کو اپنا موضوع بنایا، اور اس پر مزید کتابیں لکھیں، ان میں سے ایک کتاب ڈاکٹر میلون مورس (Melvin Morse) نے لکھی ہے جو Closer To the Light کے نام سے شائع ہوئی ہے، یہ صاحب بچوں کے امراض کے اسپیشلسٹ ہیں، اور انہوں نے اس بات کی جستجو شروع کی کہ کیا اس قسم کے مشاہدات بچوں کو بھی پیش آئے ہیں؟ ان کا خیال تھا کہ بالغ لوگ اپنے ذہنی تصورات سے مغلوب ہو کر کچھ نظارے دیکھ سکتے ہیں، لیکن بچے اس قسم کے تصورات سے خالی الذہن ہوتے ہیں، اس لئے اگر ان میں بھی ان مشاہدات کا ثبوت ملے تو ان نظاروں کی واقعی حیثیت مزید پختہ ہو سکتی ہے، چنانچہ اس کتاب میں انہوں نے بتایا ہے کہ بہت سے بچوں نے بھی اس قسم کے مشاہدات کئے ہیں، اور انہوں نے خود ان بچوں سے ملاقات کر کے ان کے بیانات کو مختلف ذرائع سے ٹسٹ کیا ہے، اور ان کا تاثر یہ ہے کہ ان بچوں نے جھوٹ نہیں بولا، بلکہ واقعۃً انہوں نے یہ مناظر دیکھے ہیں ۲۳۶ صفحات پر مشتمل یہ کتاب اسی قسم کے بیانات اور انکے سائنٹفک تجزیے پر مشتمل ہے۔

ایک اور صاحب پالسٹر جارج گیلپ Pollster George Gallup نے پورے امریکہ میں ایسے لوگوں کا سروے کیا جو اس قسم کے مشاہدات سے گذر چکے تھے، ان کے سروے کا چونکا دینے والا خلاصہ یہ ہے کہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

امریکہ کی کل آبادی کے تقریبا پانچ فیصد افراد موت کے قریب پہنچ کر اس قسم کے مشاہدات سے گذر چکے ہیں، ڈاکٹر مودی نے بھی اپنی تحقیق مزید جاری رکھی، اور اپنی دوسری کتاب The Light Beyond میں انہوں نے لکھا ہے کہ پہلے ڈیڑھ سوافراد کے بعد انہوں نے مزید ایک ہزار افراد سے انٹرویو کیا، اور اس کے نتائج بھی کم وبیش وہی تھے، البتہ اس دوران بعض افراد نے کچھ نئی باتیں بھی بتائیں، مثلاً پہلے ڈیڑھ سوافراد میں سے کسی نے صراحۃً جنت یا دوزخ قسم کی کسی چیز کا ذکر نہیں کیا تھا، لیکن اس نئی تحقیق کے دوران کئی افراد نے ایک روشنیوں کے خوبصورت شہر کا ذکر کیا، بعض نے بڑے خوبصورت باغات دیکھے، اور اپنے بیان میں انہیں جنت سے تعبیر کیا، بعض افراد نے صاف صاف دوزخ کے مناظر بھی بیان کئے، ایک صاحب نے بتایا کہ میں نیچے چلتا گیا، نیچے اندھیرا تھا، لوگ بری طرح چیخ چلا رہے تھے، وہاں آگ تھی، وہ لوگ مجھ سے پینے کے لئے پانی مانگ رہے تھے، انٹرویو کرنے والے نے پوچھا کہ کیا آپ کسی سرنگ کے ذریعے نیچے گئے تھے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں، وہ سرنگ سے زیادہ بڑی چیز تھی، میں تیرتا ہوا نیچے جارہا تھا، پوچھا گیا کہ وہاں کتنے آدمی چیخ پکار کررہے تھے؟ اور انکے جسم پر کپڑے تھے یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ اتنے تھے کہ آپ انہیں شمار نہیں کرسکتے، میرے خیال میں ایک ملین ضرور ہونگے، اور ان کے جسم پر کپڑے نہیں تھے۔

(The Light Beyond P.26, 27)

ان تمام مشاہدات کی حقیقت کیا ہے؟ بعض حضرات کا خیال ہے کہ کہ مغربی ملکوں میں پراسراریت کا شوق ایک جنون (craze) کی حد تک بڑھتا جارہا ہے، اور یہ کتابیں اسی جنون کا شاخسانہ ہوسکتی ہیں، اگرچہ اس احتمال سے بالکلیہ صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا، لیکن ۱۹۷۵ء کے بعد سے جس طرح مختلف سنجیدہ حلقوں نے ان واقعات کا نوٹس لیا ہے، اور ان پر جس طرح ریسرچ کی گئی ہے، اس کے پیش نظر یہ احتمال خاصا بعید ہوتا جارہا ہے، ڈاکٹر مودی نے اس احتمال پر بھی خاصی تفصیل سے بحث کی ہے کہ جن لوگوں سے انہوں نے انٹرویو کیا وہ بے بنیاد گپ لگانے کے شوقین تو نہیں تھے، لیکن بالآخر نتیجہ یہی نکلا ہے کہ اتنے سارے آدمیوں کا جو مختلف علاقوں اور مختلف طبقہ ہائے خیال سے تعلق رکھتے ہیں، ایک ہی قسم کی گپ لگانا انتہائی بعید از قیاس ہے۔

بعض ڈاکٹروں نے یہ خیال بھی ظاہر کیا کہ بعض منشیات اور دواؤں کے استعمال سے بھی اس قسم کی کیفیات پیدا ہوجاتی ہیں، جن میں انسان اپنے آپ کو ماحول سے الگ محسوس کرتا ہے، اور بعض اوقات اس کا دماغ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جھوٹے تصورات کو مرئی شکل دے دیتا ہے، ایسے میں اسے بعض پرفریب نظارے (Hallucinations) نظر آنے لگتے ہیں، ہوسکتا ہے کہ ان افراد کو اسی قسم کی کسی کیفیت سے سابقہ پیش آیا ہو، لیکن ڈاکٹر مودی نے دونوں قسم کی کیفیات کا الگ الگ تجزیہ کرنے کے بعد یہی رائے ظاہر کی ہے کہ جن لوگوں سے انہوں نے انٹرویو کیا بظاہر ان کے مشاہدات ان پرفریب نظاروں سے مختلف تھے، ڈاکٹر میلون مورس نے اس احتمال پر زیادہ سائنٹفک انداز میں تحقیق کرنے کے بعد اپنا حتمی نتیجہ یہ بتایا ہے کہ یہ مشاہدات (Hallucinations) نہیں تھے۔

انہوں نے اس احتمال پر بھی گفتگو کی ہے کہ ان لوگوں کے مذہبی تصورات ان کے ذہن پر اس طرح مسلط تھے کہ بیہوشی یا خواب کے عالم میں وہی تصورات ایک محسوس واقعے کی شکل میں ان کے سامنے آ گئے، ڈاکٹر مودی نے اس احتمال کو بھی بعید قرار دیا جس کی ایک وجہ یہ تھی کہ جن لوگوں سے انکی ملاقات ہوئی، ان میں سے بہت سے لوگ ایسے بھی تھے جو مذہب کے قائل نہ تھے، یا اس سے اتنے بیگانہ تھے کہ ان پر مذہبی تصورات کی کوئی ایسی چھاپ غالب نہیں آسکتی تھی۔

پھر یہ مشاہدات کیا تھے؟ ان سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ اور اس بارے میں قرآن وسنت سے کیا معلوم ہوتا ہے؟ اس موضوع پر انشاء اللہ آئندہ ہفتے کچھ عرض کروں گا۔

پچھلی دو قسطوں میں میں نے ان لوگوں کے بیانات کا خلاصہ ذکر کیا تھا جو موت کے دروازے پر پہنچ کر واپس آ گئے، انہوں نے اپنے آپ کو اپنے جسم سے جدا ہوتے ہوئے دیکھا، ایک تاریک سرنگ سے گذرے، ایک نورانی وجود کا مشاہدہ کیا، اور پھر اس نورانی وجود نے ان کے سامنے انکی سابقہ زندگی کا پورا نقشہ پیش کر دیا۔

یہ بات تو واضح ہے کہ ان لوگوں کو موت نہیں آئی تھی، اگر موت آ گئی ہوتی تو یہ دوبارہ دنیا میں واپس نہ آتے، خود ڈاکٹر مودی جنہوں نے ان لوگوں کے بیانات قلمبند کئے وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے موت نہیں دیکھی، البتہ موت کے نزدیک پہنچ کر کچھ عجیب وغریب مناظر ضرور دیکھے، چنانچہ ان مشاہدات کے لئے انہوں نے جو اصطلاح وضع کی ہے، وہ ہے Near-death Experiences (قریب الموت تجربات) جسے مخفف کر کے وہ .N.D.E سے تعبیر کرتے ہیں، اور یہی اصطلاح بعد کے مصنفین نے بھی اپنا لی ہے، لہٰذا اگر ان لوگوں کے بیانات کو سچ مان لیا جائے، اور ڈاکٹر مودی کی حتمی رائے یہ ہے کہ اتنے بہت سے افراد کو بیک وقت جھٹلانا ان کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لئے آسان نہیں، تو بھی یہ بات ظاہر ہے کہ انہوں نے موت کے بعد پیش آنے والے واقعات کا مشاہدہ نہیں کیا، البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ از خود رفتگی کے عالم میں انہیں اس جہان کی کچھ جھلکیاں نظر آئیں جس کا دروازہ موت ہے۔

میڈیکل سائنس چونکہ صرف ان چیزوں پر یقین رکھتی ہے جو آنکھوں سے نظر آ جائیں، یا دوسرے حواس کے ذریعے محسوس ہو جائیں، اس لئے ابھی تک وہ انسانی جسم میں روح نام کی کسی چیز کو دریافت نہیں کر سکی، اور نہ روح کی حقیقت تک اسکی رسائی ہو سکی ہے، (اور شاید روح کی مکمل حقیقت اسے جیتے جی کبھی معلوم نہ ہو سکے، کیونکہ قرآن کریم نے روح کے بارے میں لوگوں کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے یہ فرمادیا ہے کہ روح میرے پروردگار کے حکم سے ہے، اور تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے) لیکن قرآن وسنت سے یہ بات پوری وضاحت کے ساتھ معلوم ہوتی ہے کہ زندگی جسم اور روح کے مضبوط تعلق کا نام ہے، اور موت اس تعلق کے ٹوٹ جانے کا۔

اس سلسلے میں یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ہم اپنی بول چال میں موت کے لئے جو وفات کا لفظ استعمال کرتے ہیں وہ قرآن کریم کے ایک لفظ ''توفی'' سے ماخوذ ہے، قرآن کریم سے پہلے عربی زبان میں یہ لفظ ''موت'' کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا تھا، عربی زبان میں موت کے مفہوم کو ادا کرنے کے لئے تقریباً چوبیس الفاظ استعمال ہوتے تھے، لیکن وفاۃ یا ''توفی'' کا اس معنی میں کوئی وجود نہ تھا، قرآن کریم نے پہلی بار یہ لفظ موت کے لئے استعمال کیا، اور اسکی وجہ یہ تھی کہ زمانہ جاہلیت کے عربوں نے موت کے لئے جو الفاظ وضع کئے تھے، وہ سب ان کے اس عقیدے پر مبنی تھے، کہ موت کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے، قرآن کریم نے ''توفی'' کا لفظ استعمال کر کے لطیف انداز میں انکے اس عقیدے کی تردید کی، ''توفی'' کے معنی ہیں کسی چیز کو پورا پورا وصول کر لینا، اور موت کے لئے اس لفظ کو استعمال کرنے سے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ موت کے وقت انسان کی روح کو اس کے جسم سے علیحدہ کر کے واپس بلا لیا جاتا ہے، اسی حقیقت کو واضح الفاظ میں بیان کرتے ہوئے سورہ زمر میں قرآن کریم نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِہَا فَیُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْہَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُسَمًّی اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَاتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ۔

یعنی اللہ تعالیٰ انسانوں کی موت کے وقت ان کی روحیں قبض کر لیتا ہے، اور جو لوگ مرے نہیں ہوتے، انکی روحیں انکی نیند کی حالت میں واپس لے لیتا ہے، پھر وہ جنکی موت کا فیصلہ کر لیتا ہے انکی روحیں روک لیتا ہے، اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دوسری روحوں کو ایک معین وقت تک چھوڑ دیتا ہے، بیشک اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔ (سورہ الزمر۔۴۲)

دوسری طرف حضرت آدم علیہ السلام کو زندگی عطا کرنے کے لئے قرآن کریم نے ان کے اندر روح پھونکنے سے تعبیر فرمایا ہے، قرآن کریم کے ان ارشادات سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ زندگی نام ہے جسم کے ساتھ روح کے قوی تعلق کا، جسم کے ساتھ روح کا تعلق جتنا مضبوط ہوگا، زندگی کے آثار اتنے ہی زیادہ واضح اور نمایاں ہونگے، اور یہ تعلق جتنا کمزور ہوتا جائے گا زندگی کے آثار اتنے ہی کم ہوتے جائیں گے۔

بیداری کی حالت میں جسم اور روح کا یہ تعلق نہایت مضبوط ہوتا ہے، اس لئے اس حالت میں زندگی اپنی بھرپور علامات اور مکمل خواص کے ساتھ موجود ہوتی ہے، اس حالت میں انسان کے تمام حواس کام کر رہے ہوتے ہیں، اس کے تمام اعضاء اپنے اپنے عمل کے لئے چوکس اور تیار ہوتے ہیں، انسان اپنے اختیار کو پوری طرح استعمال کرتا ہے، اور اسکے سوچنے سمجھنے پر کوئی رکاوٹ موجود نہیں ہوتی، لیکن نیند کی حالت میں جسم کے ساتھ روح کا تعلق قدرے کمزور پڑ جاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ سونے کی حالت میں انسان پر زندگی کی تمام علامتوں کا ظہور نہیں ہوتا، وہ اپنے گردوپیش سے بے خبر ہو جاتا ہے، نیند کی حالت میں وہ اپنے اختیار سے اپنے اعضاء کو استعمال نہیں کر سکتا، نہ اس وقت معمول کے مطابق سوچنے سمجھنے کی پوزیشن میں ہوتا ہے، لیکن اس حالت میں بھی روح کا تعلق جسم کے ساتھ اتنا مضبوط ضرور ہوتا ہے کہ اس کے جسم پر وارد ہونے والے واقعات کا احساس باقی رہتا ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص اس کے جسم میں سوئی چبھو دے تو اسکی تکلیف محسوس کر کے وہ بیدار ہو جاتا ہے۔

نیند سے بھی آگے ایک اور کیفیت بے ہوشی کی ہے، اس کیفیت میں جسم کے ساتھ روح کا رشتہ نیند کی حالت سے بھی زیادہ کمزور ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مکمل بے ہوشی کی حالت میں انسان کے جسم پر نشتر بھی چلائے جائیں، تو اسے تکلیف کا احساس نہیں ہوتا، اور بے ہوشی کی اسی صفت سے فائدہ اٹھا کر اس حالت کو بڑے بڑے آپریشنوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، اس حالت میں انسان کے جسم سے زندگی کی بیشتر علامات اور خاصیتیں غائب ہو جاتی ہیں، البتہ دل کی دھڑکن اور سانس کی آمد ورفت باقی رہتی ہے جس سے اس کے زندہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

بے ہوشی سے بھی آگے ایک اور کیفیت بعض لوگوں پر شدید بیماری کے عالم میں طاری ہوتی ہے جسے عرف

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عام میں ''سکتہ'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس حالت میں زندگی کی تمام ظاہری علامات ختم ہوجاتی ہیں، اور صرف عام آدمی ہی کو نہیں، ڈاکٹر کو بھی بظاہر زندگی کی کوئی رمق معلوم نہیں ہوتی، دل کی دھڑکن بند ہوجاتی ہے، سانس رک جاتا ہے، بلڈ پریشر غائب ہوجاتا ہے، جسم کی حرارت تقریباً ختم ہوجاتی ہے، لیکن دماغ کے کسی مخفی گوشے میں زندگی کی کوئی برقی رو باقی ہوتی ہے، یہی وہ حالت ہے جس میں ڈاکٹر صاحبان آخری چارہ کار کے طور پر تنفس یا دل کی دھڑکن کو بحال کرنے کے لئے کچھ مصنوعی طریقے آزماتے ہیں، بعض افراد پر یہ طریقے کامیاب ہوجاتے ہیں، اور مریض اس عمل کے بعد معمول کی زندگی کی طرف لوٹ آتا ہے، اور اس کے واپس آجانے ہی سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ ابھی تک مرا نہیں تھا، اور اسکی روح بالکلیہ جسم سے جدا نہیں ہوئی تھی، یہ زندگی کا کمزور ترین درجہ ہے جس میں روح کا تعلق انسان کے جسم کے ساتھ بہت معمولی سا رہ جاتا ہے۔

پھر روح کا تعلق جسم سے جتنا کمزور ہوتا ہے، اتنی ہی وہ جسم کی قید سے آزاد ہوتی ہے، نیند کی حالت میں یہ آزادی کم ہے، بے ہوشی کی حالت میں اس سے زیادہ اور ''سکتے'' کی حالت میں اس سے بھی زیادہ، لہٰذا سکتے کی یہ حالت جس میں روح کا تعلق جسم کے ساتھ بہت معمولی رہ جاتا ہے، اور وہ جسم کی قید سے کافی حد تک آزاد ہوچکی ہوتی ہے، اس حالت میں اگر کسی انسان کا ادراک اپنی روح کے سفر میں شریک ہوجائے اور اسے مادی زندگی کے اس پار دوسرے عالم کی کوئی جھلک نظر آجائے تو کچھ بعید از قیاس نہیں، اور تاریخ میں ایسے واقعات ملتے ہیں جہاں اس قسم کے لوگوں نے عالم بالا کے کچھ مناظر کا مشاہدہ کیا، جن لوگوں کے بیانات میں نے پیچھے ڈاکٹر مودی کے حوالے سے نقل کئے ہیں اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ وہ جھوٹ اور دھوکے کے عمل دخل سے خالی ہیں تو ان کے یہ مشاہدات بھی اسی نوعیت کے ہوسکتے ہیں، لیکن انکے بارے میں چند باتیں ذہن نشین رکھنی ضروری ہیں:

(۱) جن لوگوں کو یہ مناظر نظر آئے انہیں ابھی موت نہیں آئی تھی، لہٰذا جو کچھ انہوں نے دیکھا وہ دوسرے جہاں کی جھلکیاں تو ہوسکتی ہیں، لیکن مرنے کے بعد پیش آنے والے واقعات نہیں۔

(۲) جس حالت میں ان لوگوں نے یہ مناظر دیکھے وہ زندگی ہی کی ایک حالت تھی، اور کم از کم دماغ کے مخفی گوشوں میں ابھی زندگی باقی تھی، لہٰذا ان نظاروں میں دماغ کے تصرف کا امکان بعید از قیاس نہیں۔

(۳) جن لوگوں نے اپنے مشاہدات بیان کئے وہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ ان مشاہدات کی تفصیل وہ لفظوں میں بیان نہیں کرسکتے، پھر بھی انہوں نے یہ کیفیات بیان کرنے کے لئے محدود لفظوں ہی کا سہارا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لیا، چنانچہ یہ بات اب بھی مشکوک ہے کہ وہ الفاظ کے ذریعے ان کیفیات کو بیان کرنے میں کس حد تک کامیاب رہے؟ نیز انہیں کونسی بات کتنی صحت کے ساتھ یاد رہی؟

(۴) ان وجوہ سے ان مشاہدات کی تمام تفصیلات پر تو بھروسہ نہیں کیا جاسکتا، نہ انہیں مابعد الموت کے بارے میں کسی عقیدے کی بنیاد بنایا جاسکتا ہے، مابعد الموت کے جتنے حقائق ہمیں معلوم ہونے ضروری ہیں وہ وحی الٰہی کے بے غبار راستے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پہنچا دئے ہیں، اور وہ اپنی تصدیق کے لئے اس قسم کے بیانات کے محتاج نہیں، لیکن ان مشاہدات کی بعض باتوں کی تائید قرآن وسنت کے بیان کردہ حقائق سے ضرور ہوتی ہے، مثلاً ان تمام بیانات کی یہ قدر مشترک قرآن وسنت سے کسی شک وشبہ کے بغیر ثابت ہے کہ زندگی صرف اس دنیا کی حد تک محدود نہیں جو ہمیں اپنے گردو پیش میں پھیلی نظر آتی ہے، بلکہ دنیا کے اس پار ایک عالم اور ہے جس کی کیفیات کا ٹھیک ٹھیک ادراک ہم مادی کثافتوں کی قید میں رہتے ہوئے نہیں کرسکتے، وہاں پیش آنے والے واقعات زمان ومکان کے ان معروف پیمانوں سے بالاتر ہیں جن کے ہم دنیوی زندگی میں عادی ہو چکے ہیں، یہاں ہم یہ تصور نہیں کرسکتے کہ ایک کام جسے انجام دینے کے لئے سالہا سال درکار ہوتے ہیں وہ ایک لمحہ میں کیسے انجام پاسکتا ہے؟ لیکن وہاں پیش آنے والے واقعات وقت کی اس قید سے آزاد ہیں، قرآن کریم فرماتا ہے:

إِنَّ يَوْماً عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔

''تمہارے پروردگار کے نزدیک ایک دن تمہاری گنتی کے لحاظ سے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔'' (سورہ الحج۔۴۷)

یہ عالم کیا ہے؟ اسکے تقاضے کیا ہیں؟ اور اس تک پہنچنے کے لئے کس قسم کی تیاری ضروری ہے؟ یہی باتیں بتانے کے لئے انبیاء علیہم السلام تشریف لاتے ہیں، کیونکہ یہ باتیں ہم صرف اپنے حواس اور اپنی عقل سے معلوم نہیں کرسکتے، آخری دور میں یہ باتیں ہمیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی شریعت کے ذریعے بتادی ہیں، اور جسے اس عالم کے لئے ٹھیک ٹھیک تیاری کرنی ہو، وہ اس شریعت کو سیکھ لے، اس پر عالم کے حقائق بھی واضح ہوجائیں گے، اور وہاں تک پہنچنے کا صحیح طریقہ بھی آجائے گا۔

......☆......☆......☆......☆......

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مولانا زاہد الراشدی

کورٹ میرج کی شرعی حیثیت

[پارلیمنٹ ہاؤس اسلام آباد کے خطیب مولانا احمد الرحمان فاضل جامعہ نصرۃ العلوم کی تصنیف کورٹ میرج کی شرعی حیثیت پر تقریظ کے طور پر لکھا گیا]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مغرب اپنے ہاں خاندانی نظام بکھر جانے پر سر پکڑے بیٹھا ہے جس کی ایک جھلک نوٹنگھم برطانیہ کے ایک بڑے مسیحی مذہبی راہ نما فادر کینن نیل نے ایک ملاقات میں یوں بیان کی کہ:

’’آسمانی تعلیمات اور مذہبی احکام واقدار سے بغاوت کے معاشرے پر اثرات تباہ کن ہیں، سوسائٹی بکھر کر رہ گئی ہے۔ پڑوسی دوست اور رشتہ داری کا کوئی تصور باقی نہیں رہا، نفسا نفسی کا عالم ہے۔ خاندانی نظام تتر بتر ہو گیا ہے۔ ماں باپ بوڑھے ہو جائیں تو کوئی پرسان حال نہیں ہوتا حتیٰ کہ مکانات بنانے والی سوسائٹیاں اب جو مکان بنا رہی ہیں وہ کسی فیملی کے رہنے کی غرض سے نہیں بلکہ ایک دو افراد کے رہنے کے لیے چھوٹے چھوٹے فلیٹ بن رہے ہیں۔ بدکاری، شراب اور منشیات کا استعمال بڑھ رہا ہے۔ زندگی کی ظاہری سہولتوں کی فراوانی کے باوجود ذہنی سکون غارت ہو گیا ہے اور اسمگلنگ، چوری اور ڈکیتی کی وارداتوں میں مسلسل اضافہ ہوا ہے۔‘‘

یہ انٹرویو کا ایک حصہ ہے جو میں نے خود ان سے کیا تھا اور روزنامہ پاکستان لاہور میں ۱۵ اگست ۱۹۹۷ء کو شائع ہوا تھا۔ اسے میری ویب سائٹ zahidrashdi.org پر پڑھا جا سکتا ہے۔

یہ صرف ایک پادری صاحب کے خیالات نہیں بلکہ روس کے سابق صدر میخائیل گورباچوف، برطانیہ کے سابق وزیر اعظم جان میجر اور امریکہ کی سابق وزیر خارجہ ہیلری کلنٹن بھی اسی معاشرتی حقیقت کا کھلے بندوں اعتراف کر چکی ہیں کہ مغرب کا خاندانی نظام ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے اور بکھرتے چلے جانے کے اس عمل کو بریک

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لگانے کی کوئی صورت دکھائی نہیں دے رہی۔

خاندانی نظام اور رشتوں کی تشکیل کے دو بنیادی ستون ہیں اس میں ایک یہ کہ زِنا کی ہر صورت کو جرم قرار دے کر صرف باقاعدہ نکاح کو ہی مرد اور عورت کے تعلق اور نسل کی جائز بنیاد تسلیم کیا جائے ورنہ مرد اور عورت بلکہ مرد اور عورت کے جنسی تعلقات کے موجودہ مغربی ماحول کو جائز تسلیم کرلیا جائے تو نہ میاں بیوی کے رشتے کا کوئی تقدس باقی رہ جاتا ہے اور نہ ہی باقی رشتوں کا وجود قائم رہتا ہے جبکہ دوسری بنیاد خاندانی نظام میں کسی ایک کی سنیارٹی کو تسلیم کرنا ہے۔ کیونکہ فطری بات ہے کہ کسی بھی ادارے میں فائنل اتھارٹی ایک نہ ہو تو اس کا نظام قائم نہیں رہ سکتا۔

انسانی سوسائٹی کا کوئی بھی ادارہ یکساں اختیارات کی حامل دو متوازی اتھارٹیوں کا متحمل نہیں ہوسکتا اس طرح خاندانی نظام بھی ہے جس کے بارے میں قرآن کریم نے یہ فطری اصول بیان کیا ہے:

”وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِی عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ“

ترجمہ: عورتوں کے لیے وہی حقوق ہیں جو اُن پر مردوں کے لیے ہیں۔

البتہ مردوں کو سنیارٹی حاصل ہے، یہ سنیارٹی نظام کا ناگزیر تقاضہ ہے اور اس سے انحراف کی سزا خود مغرب بھگت رہا ہے۔ اسی طرح خاندانی نظام میں ماں باپ کی سرپرستی اور نگرانی بھی بنیادی حیثیت رکھتی ہے جس کے بغیر عورت اپنے حقوق ومفادات کی خود حفاظت کرنے میں اکثر کامیاب نہیں ہو پاتی، اس کی ایک چھوٹی سی مثال یہ ہے کہ شادی کے بعد بیوی نے خاوند کے ساتھ رہنا ہے وہ جہاں بھی رہے مگر فقہاء اسلام نے لکھا ہے کہ کوئی خاوند اپنی بیوی کو اس کے ماں باپ سے اتنی دور نہیں لے جاسکتا جس سے ان کے درمیان میل جول کے مواقع ختم ہوجائیں جس کا ایک سبب صاحب ہدایہ نے یہ بیان کیا ہے کہ ”لان الغربیة توذی“ کہ مسافر عورت کو اذیت دی جاتی ہے اور اس کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہوتا، یہ بھی خاندانی نظام کا ایک حصہ ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

اسی تناظر میں ہمارے ہاں ایک مسئلہ مسلسل سنگینی کی طرف بڑھتا جارہا ہے کہ وَلی یعنی خاندانی سرپرست کی اجازت کے بغیر کوئی خاتون از خود شادی کرلے تو اس کا نکاح شرعاً ہوجاتا یا نہیں؟ اس پر فقہاءِ امت کی بڑی تعداد کا موقف ہے کہ وَلی کی اجازت کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا جبکہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی طرف یہ قول منسوب ہے کہ (نکاح) ہوجاتا ہے جسے حضرت علامہ سید انور شاہؒ نے یوں تعبیر کیا ہے کہ نکاح میں خاتون اور اس کے وَلی دونوں کی رضا اس نکاح کے جائز ہونے کے لیے شرط ہے اور دونوں میں سے کسی ایک کی رضا کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مگر ہمارے ہاں صورت حال یہ ہے کہ ماں باپ کی رضا اور علم (میں لائے) بغیر لڑکا لڑکی نکاح کر لیتے ہیں اور بعض عدالتیں اسے صرف اس جزئیہ کی بنیاد پر جائز قرار دے دیتی ہیں اور باقی متعلقہ معاملات کو یکسر نظرانداز کر دیتی ہے۔ کسی کیس میں ایک جج صاحب نے اس قسم کے نکاح کو نافذ قرار دیا تو میں نے ان سے باقاعدہ تحریری طور پر عرض کیا کہ متعلقہ کیس میں لڑکی گھر سے بھاگی ہے اور جس نکاح کو عدالتی فیصلہ میں جائز تسلیم کیا گیا ہے، اس سے پہلے کم وبیش دو ماہ اس غیر محرم لڑکے کے ساتھ ہوٹلوں میں رہی ہے، جج صاحب کو یہ جزئیہ تو یاد رہا کہ لڑکی اپنی مرضی سے نکاح کر سکتی ہے مگر ان سے میرا یہ سوال ہے کہ نکاح سے پہلے جو سارے مراحل گزرے ہیں اس کو جج صاحب نے کون سے شرعی ضابطے کے تحت جائز تسلیم کر لیا ہے اور ان کا نوٹس کیوں نہیں لیا؟

یہ صرف ایک مثال ہے اس قسم کے بہت سے کیس عدالتی ریکارڈ کا حصہ ہیں جو ہمارے خاندانی نظام میں افراتفری کا ماحول پیدا کر رہے ہیں۔ اس حوالہ سے ہماری طرف سے یہ گذارش ایک عرصے سے کی جا رہی ہے کہ اپنے خاندانی نظام اور معاشرتی اقدار وروایات کو مغربی فلسفہ وثقافت کی بھینٹ چڑھا دینے کی بجائے ہمیں اسلامی تعلیمات اور شرعی احکام وقوانین کی پاسداری کرنی چاہئے اور شرعی احکام وقوانین کی تعبیر وتشریح میں بھی سوسائٹی کے مجموعی ماحول اور تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے موقف اختیار کرنا چاہئے۔

ہمارے فاضل دوست مولانا احمد الرحمان صاحب نے اسی صورت حال میں پاکستانی معاشرے میں رونما ہونے والے بعض واقعات کی بنیاد پر اس مسئلہ پر علمی انداز میں بحث کی ہے اور اس موقف کی تائید میں دلائل پیش کیے ہیں کہ خاندانی سرپرست یعنی وَلی کی رضا کے بغیر کسی عورت کا نکاح جائز تسلیم نہیں کیا جا سکتا، جس سے ان کا مقصد معاشرے میں اس عنوان سے مسلسل بڑھتے چلے جانے والی خاندانی افراتفری کو روکنا اور عدالتی نظام کو اس طرف متوجہ کرنا ہے کہ اپنے خاندانی نظام اور تہذیبی اقدار وروایات کا تحفظ بھی جج صاحبان کی ذمہ داری اور اسلامی تعلیمات کا تقاضہ ہے۔

مولانا احمد الرحمان صاحب کی اس کاوش کو وقت کی ضرورت قرار دیتے ہوئے دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت ان کی اس محنت کو قبول فرمائیں اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لیے نفع بخش بنائیں۔ آمین یارب العالمین

......☆......☆......☆......☆......

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہیدؒ
فاضل جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

فہم قرآن کی اہمیت اور عظمت

اس میں شک ہی کیا ہے کہ تاثیر کے لیے تأثر، تدریس کے لیے درس، تبلیغ کے لیے حصول اور تفہیم کے لیے فہم ضروری ہے، اللہ کی رضا کے بعد درسِ قرآن کا ایک مقصد اللہ کے بندوں کو اللہ کا کلام سمجھانا ہے لیکن سمجھائے گا تو وہی جو خود سمجھتا ہوگا، جس کے دل میں اس کی اہمیت بھی ہوگی، ہم مستثنیات کی بات نہیں کرتے، عمومی رویہ جو قرآن کے بارے میں آرہا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن ایک مقدس اور مبارک کلام ہے، جسے سمجھنے اور جس میں غور وتدبر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں، اس کے تقدس کا تقاضا بس یہ ہے کہ ماہر ترین کاتبوں سے اس کی کتابت کروائی جائے، ممکن ہو تو سونے اور چاندی کا پانی سیاہی کی جگہ استعمال کیا جائے، اس کی پرنٹنگ میں بلند معیار کو ملحوظ رکھا جائے، طباعت اور جز بندی کے بعد اسے ریشمی غلاف میں لپیٹ کر حصولِ برکت کے لیے دکان کے شیلف یا گھر کی الماری میں رکھ دیا جائے۔ اگر گھر کا کوئی فرد بیمار ہو جائے تو کوئی سورت یا آیت پڑھ کر دم کر دیا جائے یا کاغذ پر لکھ کر پانی میں گھول کر اسے متبرک پانی پلا دیا جائے، کسی عزیز کا انتقال ہو جائے تو پڑھ کے ایصالِ ثواب کر دیا جائے، عقیدت ومحبت کا بوسہ دے کر اسے واپس رکھ دیا جائے......

یہ کتابت اور طباعت، یہ تقدس اور احترام، یہ تلاوت اور عقیدت کے بوسے، یہ ثواب کا وصول اور ایصال ہر کام ہی اپنی جگہ قابل قدر ہے مگر سچ بتایئے گا کیا قرآن کا مقصدِ نزول بھی یہی تھا؟ کیا ''بہترین زمانے'' کے لوگ قرآن کو بس انہی مقاصد کے لیے استعمال کرتے تھے؟ اور ان کا رویہ کتاب اللہ کے ساتھ وہی تھا جو ہمارا ہے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''ہم نے آپ کی طرف یہ مبارک کتاب نازل کی ہے تاکہ لوگ اس کی آیات میں تدبر کریں اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں۔'' سورۂ محمد: ''کیا یہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔'' سورۂ بقرہ میں ہے: ''اور جسے حکمت عطا کی گئی اسے خیرِ کثیر عطا کی گئی۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عنہ فرماتے ہیں: ''حکمت'' سے مراد فہم قرآن ہے، سورۂ فرقان میں ہے: ''اللہ کا رسول قیامت کے دن کہے گا اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا۔'' متعدد اہل علم نے چھوڑنے کا مطلب ترکِ تدبر و عمل لکھا ہے۔

ایک حدیث میں خوارج کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔'' علامہ زرکشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ الفاظ کی ادائیگی پر تو بھرپور توجہ دیں گے مگر اس کے معانی میں غور و تدبر نہیں کریں گے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے شاگردوں کو سمجھایا کرتے تھے: ''قرآن کو ویسے نہ پڑھو جیسے اشعار پڑھے جاتے ہیں اور نہ ہی اسے ردی کھجوروں کی طرح بکھیر دو، اس کے عجائب پر رُک جایا کرو اور اس کے ذریعے دلوں میں حرکت اور حرارت پیدا کیا کرو اور تمہاری بڑی سوچ سورت کا اختتام نہیں ہونا چاہیے۔'' آپ نے ایسے قاریانِ قرآن دیکھے ہوں گے جن کے لب ہر وقت حرکت میں رہتے ہیں اور جن کی زبانیں تلاوت سے معطر رہتی ہیں، آپ کو ان پر رشک بھی آیا ہوگا اور رشک آنا بھی چاہیے کیونکہ وہ ہاتھ جو قرآن کو مس کریں، وہ آنکھیں جو مصحف کو دیکھیں، وہ سینے جن میں مبارک کتاب محفوظ ہو اور وہ زبانیں جو کلام اللہ کی تلاوت کریں، سب متبرک اور محترم ہیں، مگر اے کاش! یہ شب و روز تلاوت کرنے والے خوش نصیب معانی سمجھ کر تلاوت کرتے تو ''نور علیٰ نور'' کی کیفیت پیدا ہو جاتی۔ آپ کا کیا خیال ہے وہ حفاظ اور قراء کو الحمد سے والناس تک پوری کتاب تجوید کی نزاکتوں اور حرکات وسکنات کی باریکیوں کے ساتھ اپنے سینوں میں محفوظ کر سکتے ہیں جبکہ ان میں سے بعض کی پختگی اور مہارت کا یہ عالم ہے کئی کئی پاروں کی روانی کے ساتھ تلاوت کے باوجود غلطی تو کیا اٹکن بھی نہیں آتی، ایسی قوتِ حافظہ اور ذہانت کے مالک اگر قرآن کے معانی اور مطالب یاد کرنا چاہیں تو کیا یاد نہیں کر سکتے؟ کیوں نہیں کر سکتے؟

اگر کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلبہ چند ماہ لگا کر ترجمہ و تفسیر سمجھ سکتے ہیں تو وہ سعادت مند جو صبح سے شام تک تدریسِ قرآن کے بابرکت مشغلے میں لگے رہتے ہیں وہ کیونکر اس میں مہارت حاصل نہیں کر سکتے؟ یہ بات ہمیں کڑوی ہی کیوں نہ لگے، بہر حال تسلیم کرنی ہی پڑے گی کہ ہمارے بعض بھائی فہم قرآن کو نفل کا درجہ دیتے ہیں بلکہ شاید اس سے بھی کمتر، کہ اگر اس میں مہارت حاصل ہو جائے تو ثواب ہے، وگرنہ کوئی حرج نہیں، ہمارے تغافل اور تجاہل کی وجہ سے اس میدان یں ماڈرن طبقے کو قبضہ جمانے اور مدرسہ اور خانقاہ کے مسند نشینوں کو تنقید کا ہدف بنانے کی جرات ہوئی ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اسلاف کی نظر میں فہم قرآن کی کیا اہمیت تھی؟ دس بیس نہیں ،سینکڑوں اقوال اور واقعات اس حوالے سے پیش کیے جاسکتے ہیں، فی الوقت ہم صرف تین اقوال نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اے آدم کے بیٹے! تیرا دل کیسے نرم ہوگا جبکہ تیرا سب سے بڑا مقصد جلد از جلد سورت کا اختتام ہوتا ہے۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول ہے: ''قرآن سے اصل مطلوب اس کے معانی سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ہے، جس شخص کا یہ مطلوب نہیں ہے، نہ وہ اہل علم میں سے ہے اور نہ ہی اہلِ دین میں سے ہے۔''

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جب غور وتدبر سے تلاوت کرنے والا کوئی ایسی آیتِ کریمہ پڑھے جس کی اسے شفائے دل کے لیے ضرورت ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اسے بار بار پڑھے، اگر چہ سو بار وہ آیت پڑھنی پڑھے تو بھی پڑھے بلکہ پوری رات پڑھے تاکہ اس کا بیمار دل شفایاب ہوجائے۔''

اقوال سلف کے علاوہ کتاب وسنت اور فقہ سے کئی ایسے امور اور آداب ثابت ہیں جو تدبر و تاثیر کے لیے مشروع ہوئے ہیں۔ مثلاً:

(۱) ترتیل اور تغنی ، یعنی ٹھہر ٹھہر کر اور آواز بنا سنوار کے پڑھنے کا جو حکم دیا گیا ہے تو اس میں اصل حکمت یہی ہے کہ تلاوت کرتے ہوئے معانی پر نظر رہے اور معانی اور مضامین بدلنے کے ساتھ آواز کے مدوجزر میں تبدیلی آتی جائے ،حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انسانوں میں سب سے خوبصورت قراءت اس شخص کی ہے جو قراءت کرے تو تمہارا دل گواہی دے کہ یہ شخص اللہ سے ڈر رہا ہے۔

(۲) نمازِ تہجد اور اس میں طویل قراءت کی فضیلت میں بھی یہ راز ہے کہ طبعیت میں نشاط کے بعد شب کے سناٹے میں تلاوت کے معانی خوب سمجھ آتے ہیں، سورۂ مزمل میں ہے:''بے شک رات کا اٹھنا نفس کو خوب روندتا ہے اور بات ٹھیک نکلتی ہے۔'' اس آیت کریمہ کے جو آخری الفاظ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا مفہوم بیان کیا ہے:''یہ وقت قرآن سمجھنے کے لیے زیادہ مناسب ہے۔''

(۳) تجوید کا بھی فہم قرآن میں بڑا دخل ہے کیونکہ نطق اور تلفظ کی سلامتی سے فہم معانی میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔

(۴) قرآن کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کی تلاوت میں پہلے استعاذہ کا حکم ہے کیونکہ جب قرآن پڑھا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جائے تو شیطان معانی سے توجہ ہٹانے میں پوری طاقت لگا دیتا ہے۔

(۵) سورۂ اعراف میں حکم دیا گیا ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو تم توجہ سے سنو اور خاموشی اختیار کرو، یہ حکم بھی اسی لیے ہے کہ تاکہ سننے والے اس کی حکمتوں اور مصلحتوں میں تدبر کرسکیں۔

(۶) اعتدال کے ساتھ جہر کے ساتھ تلاوت کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ یہ بات تجربے میں آئی ہے کہ جہر خیالات کو منتشر ہونے سے بچاتا ہے۔

(۷) قرآن کریم میں جو رموزِ اوقاف ہیں یہ بھی معانی کے اعتبار سے ہیں، قاریٔ قرآن پر ان کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اگر سورت کے وسط سے تلاوت کا آغاز کیا جائے تو مناسب یہ ہے کہ آغاز ایسی جگہ سے ہو جہاں معنی کے لحاظ سے کوئی بے ربطی نہ ہو۔

فہم قرآن کی اہمیت اور عظمت واضح کرنے کے لیے کتاب وسنت کے حوالے اور سلف کے اقوال اس لیے نقل کیے گئے ہیں تاکہ ہمارے جو دوست اسے غیر ضروری سمجھ کر نظر انداز کیے ہوئے ہیں وہ اس کے لیے اپنے اوقات کا خاطر خواہ حصہ وقف کریں، جب ان کے اپنے دلوں میں فہم قرآن کی اہمیت پیدا ہو جائے تو تفہیم کی طرف متوجہ ہوں اور اسے ایک اہم مشن سمجھ کر اپنی بہترین صلاحیتیں اس میں لگا دیں، یہ یقینی امر ہے کہ جس کے دل میں فہم قرآن کی عظمت نہیں ہوگی وہ تفہیم اور دروس قرآن کو اپنی زندگی کا مشن نہیں بنا سکتا، ذاتی طور پر ایسے نوجوان میرے علم میں ہیں جنہیں فہم قرآن کے بارے میں شرحِ صدر ہوگیا تو انہوں نے اپنا پورا معاشی مستقبل داؤ پر لگا کر اپنی زندگیاں اس مبارک مقصد کے لیے وقف کردیں، کاش! ہمارے حلقے میں بھی ایسے نوجوان پیدا ہو جائیں۔

::: ضروری اعلان :::

مکتبہ دروس القرآن فاروق گنج گوجرانوالہ کی جملہ مطبوعات کے حصول کے لئے ادارہ نشر واشاعت جامعہ نصرۃ العلوم فاروق گنج گوجرانوالہ سے مندرجہ ذیل نمبروں پر رابطہ کیا جائے۔

محمد شعیب قیصر: ناظم ادارہ نشر واشاعت جامعہ نصرۃ العلوم، فاروق گنج، گوجرانوالہ

موبائل نمبر: 0302-6693479　　پی ٹی سی ایل نمبر: 055-4221943

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

محمد واجد معاویہ، شریک دورۂ حدیث جامعہ نصرۃ العلوم

مدرسے کی زندگی اور خدا کی معرفت

اب کہ پہلے سے زیادہ ہم حسیں ہوگئے
جب سے تیری اس گلی کے ہم مکیں ہوگئے

دور تھے خود سے تجھے کیسے مدعا مانتے؟
معرفت ہوئی تو سجدہ برجبیں ہوگئے

غیر کو ہم حال دل در در سناتے رہے
اب تو تیرے سامنے ہی سر نگیں ہوگئے

ہم صدائے ممبر و مسجد سے واقف نہ تھے
اب کہ ہم تیری ندا کے سامعیں ہوگئے

تھی نہیں وقعت ہماری، کہ تجھے آ ملے
اب زمانے بھر میں ہم تو نازنیں ہوگئے

بے مزہ تھی زندگی، عالم بھی تاریک تھا
جب یہاں آئے جہاں سارے رنگیں ہوگئے

تجھ سے جب تیری گلی میں آشنائی ہوئی
تب سے تیرے دین کے بھی ہم امیں ہوگئے

ہم تھے واجد زندگی میں راحتیں چاہتے
اب کہ ہم رب کے قراں کے قارئیں ہوگئے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o .... o حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

اسلام کیسے پھیلتا ہے؟

بدقسمتی سے آج ہمارے اعمال واخلاق شمع اسلام کے لئے حجاب بنے ہوئے ہیں اور پروانوں کو شمع کے قریب آنے سے روک رہے ہیں، آپ اپنے کردار کو نور ایمان کا آئینہ دار بنالیں پروانے خود بخود لپکیں گے، کہا جاتا ہے کہ اسلام کا اقتدار ختم ہوگیا اس لئے ترقیٔ اسلام بھی رک گئی، میں پوچھتا ہوں کہ مورخین تحقیق کر کے بتائیں کہ کیا محمود غزنوی، شہاب الدین غوری، شمس الدین التمش، شیر شاہ سوری، بابر واکبر، جہانگیر وعالمگیر نے اپنے اقتدار وحکومت سے کبھی اسلام پھیلایا ہے، اگر ان کے قومی جھنڈے اشاعت اسلام کے علمبردار ہوتے تو ان کے پایۂ تخت اوران کی فرمانروائی میں غیر مسلموں کی غیر معمولی اکثریت باقی نہ رہتی، جن علاقوں میں ان کج کلاہوں کی سر بفلک یادگاریں آج بھی شوکت وعظمت رفتہ کا مرثیہ پڑھ رہی ہیں وہاں اوران کے مضافات میں کبھی بھی مسلمانوں کو اکثریت نہیں نصیب ہوئی، صدیاں گزر جانے کے بعد بھی ان علاقوں مہرولی، آگرہ، قنوج، دہلی، سہسرام، فتحپور سیکری، متھرا وغیرہ میں آج بھی مسلمان دس پندرہ فی صد سے زیادہ نہیں ہیں۔

شیخ ابوعلی سندھی متوفی ۲۷۰ھ، شیخ علی بن عثمان ہجویری ثم لاہوری متوفی ۴۶۵ھ، شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی، خواجہ غریب نواز معین الدین حسن السنجری اجمیری، شیخ احمد بن یحییٰ منیری، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت بابا فرید الدین شکر گنج، سلطان الاولیاء حضرت خواجہ نظام الدین دہلوی وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کے روحانی فیوض وبرکات، بےلوث ہمدردیٔ خلق خدا اور بے مثال کردار واخلاق سے اسلام کی اشاعت ہوئی اوران کے اخلاق عالیہ سے غیر مسلم آج تک متاثر ہیں۔

شہاب الدین غوری کی فاتحانہ تلوار کسی ایک متنفس کے دل کو بھی صداقت اسلام کے اعتراف کے لئے نہیں جھکا سکی ہوگی، مگر اسی کا معاصر ایک فقیر بےنوا خواجہ غریب نواز بغیر کسی شاہانہ طمطراق کے دہلی سے روانہ ہوکر اجمیر پہنچتا ہے تو اسلام کے ایک مخالف مسٹر آرنلڈ مصنف ''پریچنگ آف اسلام'' کی شہادت یہ ہے کہ راہ میں سات سو خاندان اس کے ہاتھ پر حلقہ بگوش اسلام ہوجاتے ہیں .... مختصر یہ کہ اسلام اقتدار، حکومت اور طاقت سے نہیں بلکہ اعلیٰ کردار اور بہترین اخلاق سے پھیلتا ہے۔ سب سے پہلے اپنی اصلاح، اپنے قبیلہ اور خاندان کی اصلاح، بچوں اور نوجوانوں کی اخلاقی تربیت، احکام شریعت کی پابندی، دین کی اطاعت کیجئے، پھر پڑوسیوں اور اہل شہر کے حقوق کی حفاظت کیجئے، خدمت خلق کے راستے اختیار کیجئے، حب وطن کے فرائض انجام دیجئے، یہی آپ کے انفرادی، اوراجتماعی مستقبل کی ضمانتیں اور کامیابی کی راہیں ہیں۔ (آخری خطبہ صدارت)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com